بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

اہمیتِ حدیث

مصنفہ

سید محمد اسمٰعیل مشہدی مرحوم

ناشر

ن محمد یحییٰ خطیب جامع حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ

www.KitaboSunnat.com

قیمت بغیر محصول ڈاک ایک روپیہ (عہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ الآیۃ پارہ پانچواں رکوع ۸

قال علیہ السلام الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ الحدیث (ابو داؤد)

"اہمیت حدیث"

مصنفہ

مولانا سید محمد اسمٰعیل صاحب مشہدی مرحوم

ناشر

ابوالحسن محمد یحییٰ خطیب حافظ آباد

محمد اکبر کاتب حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ

قیمت ایک روپیہ .... تعداد ایکہزار .... بار اول۔

التماس

مولانا سید محمد اسماعیل صاحب شہدی مرحوم نے
اہمیت حدیث " کا مسودہ اپنی زندگی میں بذریعہ ڈاک ر
کیا تھا اور اس کی اشاعت کیلئے بذریعہ چٹھی اجازت دی
جس کی نقل حسب ذیل شائع کی جارہی ہے۔

از طرف کمترین ابن عثمان سید محمد اسماعیل شہدی
حضرت مولانا مولوی الحاج سید محمد شریف صاحب مرحوم
کھڑیالوی ساکن جمبہ براستہ رائے ونڈ ضلع لاہور بخدمت
محمد یحیی صاحب السلام علیکم ملتان جو گفتگو ہوئی
اس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مضمون " اہمیت حدیث " بھیج رہا
جس طرح لکھا ہے اسی طرح لکھوا کر چھپوالیں مجھے صرف د
کاپیاں ارسال فرما دینا۔

میاں امیر الدین صاحب و باقی تمام احباب جماعت
کی خدمت میں السلام علیکم۔ یہ مسودہ موصول ہوجا
فی الفور والیسی اطلاع دیدیں کہ آپ کو مل گیا ہے
اطمینان قلب حاصل ہو سکے۔

بفرض محال۔ اگر اس کی ضخامت یا اور کسی سبب سے

چھپوانے سے جھجکیں تو یہ رسالہ محفوظ رکھیں۔ میں آپ سے ایس
حاصل کرلوں گا۔ پھر اس کے چھپوانے کا اور کوئی ذریعہ تلاش
کرلیا جائے گا۔

چٹھی لکھتے وقت شاہ صاحب کو یہ خیال نہیں ہوگا۔ کہ
جب یہ کتاب طبع ہوگی اس وقت وہ دُنیا فانی سے کوچ کرچکے
ہوں گے والعلم عند اللہ کسی نے سچ کہا ہے

يلوح الخط في القرطاس دهراً
وكاتبه رميم في التراب

قارئین حضرات کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ جب یہ کتاب
پڑھیں۔ اس وقت حضرت شاہ صاحبؒ اور ان کے والدین کیلئے
دعا مغفرت کریں۔

میری دُعا ہے۔ کہ اللہ تعالے مرحومین کو جنت الفردوس
میں جگہ عطا فرماوے آمین۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

دُعا گو

ابُو الحسن مُحمّد یحییٰ خطیب حافظ اباد۔

گذارش حال

۸، ۹، ۱۰ صفر ۱۳۷۶ھ بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار بمقام خاص باغ بیرون دولت دروازہ ملتان شہر مقامی جمعیت اہلحدیث کی طرف سے سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں بعد نماز جمعہ عصر تک اس راقم نے مذکورہ موضوع "اہمیت حدیث" پر تقریر کی بعد تقریر مولانا محمد یحییٰ صاحب حافظ آبادی نے فرمائش کی کہ میں اس تقریر کو قلمبند کردوں تاکہ چھپ کر محفوظ ہو جائے اور اس فتنوں بھرے دور میں مسلمان مستفید ہوں۔ نیز دور حاضر کے اس فتنہ عظیمہ سے خبردار رہیں۔ دل نے اس خیرخواہانہ فرمائش کو قبول کیا اور آج میں تعمیل کے لئے قلم تھام کر بیٹھا ہوں خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے پسندیدہ کاموں کے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(خاکسار ابو عثمان سید محمد اسماعیل مشہدی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد

آجکل رسول اللہ صلعم کی حدیث شریف کے انکار کا بڑا زور شور ہے اور ہر طرف طوفان بے تمیزی بپا معلوم ہوتا ہے پاک اور صاف اسلامی شریعت کے احکام کی عمل بجا آوری سے بچنے کیلئے یہ ایک حیلہ تراشا گیا ہے جو حدیث کے منکرین کی اپنی خواہشات کے عین مطابق ہے۔ ان حضرات منکرین حدیث کی کتابیں دیکھکر ہم تو پورے غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دراصل یہ دین کا ساتھ نہیں دیسکتے ہیں۔ اسلئے انہوں نے اسکو بدلکر رکھ دینے کی ٹھان لی ہے سوچ سمجھکر پہلا حملہ سنت پر کیا گیا ہے۔ اور اب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حملہ میں ان کو کامیابی حاصل ہو گئی اور امت محمدیہ نے ٹھنڈے دل سے اس حملہ کو برداشت کر لیا اور زیادہ لوگ ان کے ہمنوا ہو گئے۔ تو دوسرا حملہ قرآن حکیم پر کیا جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

غضب تو یہ ہے کہ انہوں نے خود ترجمان وحی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو سرے سے دین سے خارج کر دینے کا عزم صمیم کر لیا ہے فرما رہے ہیں۔ کہ وحی خفی (حدیث رسول کو سلف و خلف کے مسلمان وحی خفی مانتے ہیں)، محض ایک منگھڑت بات ہے مسلمانوں کیلئے کوئی کتاب ماسوائے قرآن مجید شرعی حجت نہیں۔ حدیثوں کا ماننا شرک فی الحکم ہے اعتقاد بالحدیث کی وجہ سے ایک مسلمان ظالم، کافر اور فاسق ہو جاتا ہے۔ تبلیغ القرآن از مولوی حشمت علی صاحب حصہ دوم صفحہ ۱۸

مندرجہ بالا عبارت کو پڑھکر انصاف پسند حضرات یا تیں کہ دین کی قید و بند سے آزاد ہونے کی اس سے بڑھکر بھی کوئی کامیاب تدبیر ہو سکتی ہے کہ ایک گروہ صاف صاف کہے کہ ہم قرآن کیساتھ حدیث رسول کو نہیں مانتے۔ یا بالفاظ دیگر حضرت محمد رسول صلعم کے اقوال۔ افعال اور احوال کو دین کی شرح ماننے سے ہمارا انکار ہے اس انکار کے بعد نتیجہ'' وہ اپنی مرضی، خواہش نفس اور عقل کے مطابق قرآنی آیات کی من مانی شرح کریں گے اور اسی کو عین دین قرار دیں گے اور صحابہ کرام سلیم سلف اولیٰ سے گمراہ اور گمراہ کنندہ کا خطاب پائیں گے۔

العجب

ان منکرین حدیث کی ذہنیتوں پر ہمکو بہت افسوس ہے کہ ہمدردی کے لئے انکی حالت پر ہم آنسو بہانے پر مجبور ہیں انکی عقل پر ہمکو حیرت ہے۔ ان حضرات کے سمجھ میں نہ آیا جائے۔ کہ جب وہ یہ ماننے کے مدعی ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ تو پھر اسکی شرح و تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں نہیں سمجھتے ہیں۔ انکو اولین فرصت میں یہ سوچنا چاہیئے۔ کہ اگر آنحضرت صلعم کی تعلیم آپکے اقوال آپکے افعال قرآن مجید کی تشریح نہیں ہیں تو پھران کی عقل نارسا کی موشگافیاں قرآن فہمی کا ذریعہ اور اجمال کی تفصیل ہیں۔

ہم اپنے ان بھائیوں سے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ہمارے خیال میں آسمان کے نیچے اس سے بڑھکر اور کوئی ظلم نہیں ہو سکتا۔ کہ خود حامل وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کی ہوئی قرآن عزیز کی تفسیر (سنت) کو ماننے سے انکار کر دیا جائے بلکہ بعض منکرین حدیث حکومت قرآنی مرکز ملت کا نام دیتے ہیں اور اعلیٰ

ہیں کہ قرآن کے سمجھنے اور سمجھانیکی رو سے بلحاظ سے زیادہ حقدار ہے بچھلا نہ خیر
یت اس عہد نبوی میں تشریح قرآن کیلئے سود مند تھا۔ آج حالات کی بدلجانے سے خود
ملت کو قرآن کے معانی سمجھانیکا حق حاصل ہے) کا من گھڑت لفظ
اس کہ قرآن حکیم شرح و تعبیر کا جائز حقدار کہا جائے کَبُرَتْ كَلِمَةً
تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا یہ قرآن مجید ناگوار
یہ بات جو ان کے منہ سے نکلتی ہے وہ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔

منکرین حدیث کے چند اعتراضات کا جواب؟

کوئی امت محمدی کا خیر خواہ ان دوستوں کو مندرجہ بالا حقیقت سمجھانیکی کوشش کرے تو
مجھے ہی فرماتے ہیں چھوڑو جی تم ملا لوگ قرآن و اسلام کی حقیقت کیا سمجھ سکتے ہو
تمہاری عقل میں یہ موٹی سی بات بھی آنے سے رہی کہ قرآن عربی میں نازل
ہوا اور اولین مخاطب بھی وہ لوگ تھے جنکی مادری زبان عربی تھی تو پھر عربی
ہی کے سامنے عربی زبان ہی کے ایک حکم یا آیت کی تشریح رحدیث کو تشریح
کہنے کا کیا مطلب؟
تشریح کرنیکی ضرورت تو اس کے سامنے محسوس کی جاسکتی ہے جو عربی سے
ناواقف ہو۔
اس کے جواب میں گر یہ کہا جائے کہ اگر یہ اعتراض واقع میں صحیح ہے تو پھر مرزا
غالب دہلوی کی اردو زبان میں کہی ہوئی پیچیدہ غزلیں اہل دہلی یا اس علاقہ کے
جنکی مادری زبان اردو ہے کے سامنے رکھ دینے سے وہ ان کے معنی او

مفہوم سمجھانے سے کیوں قاصر رہجاتے ہیں ؟ جبتک وہ باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کرلیں اشعار یا نثر اردو کی پیچیدہ عبارتوں کی تشریح کیوں نہیں کرپاتے ؟ اسی طرح سعدی ۔ نظامی ۔ قاآنی ۔ عنصری ۔ فردوسی ۔ خاقانی شعرائے فارسی کے اشعار اہل فارس (جنکی مادری زبان فارسی Persian ہے) کے سامنے رکھ کر آزمالیں وہ نہ سمجھ سکیں گے (سمجھانا تو درکنار) جبتک کہ باقاعدہ کسی عالم فارسی سے پوریطرح یہ زبان سیکھ نہ لیں ۔

اسیطرح اہل عرب کو جبتک رسول اللہ صلعم خدا تعالیٰ سے وحی پاکر قرآن کو نہ سمجھاتے وہ کیسے سمجھ سکتے تھے ایک فصیح و بلیغ انسان کا کلام مادری زبان رکھنے والوں کی سمجھ میں بغیر سمجھانیکے نہیں آسکتا تو رب العلمین کا کلام رسول اللہ صلعم کے سمجھائے کیسے سمجھ میں آسکتا تھا ۔

اگر یہ بات ہیکہ عربی کو عربی زبان کی آیت کی وضاحت و تفسیر سمجھانے کی کوئی ضرورت نہیں وہ خود بخود سمجھ سکتا ہے صحیح ہے تو پھر قرآن حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی ذات والا صفات پر کیوں نازل ہوا ۔ کیوں نہ خدا تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتہ کے ذریعے یہ منادی کرادی کہ فلاں پہاڑ پر تمہاری ہدایت و رہنمائی کیلئے ہم عربی زبان میں ایک کتاب قرآن رکھوادی ہے وہ اٹھا کر لے آؤ ۔ تم چونکہ عربی النسل ہو اس لئے خود احکام سمجھو اور عمل کرو ۔ بھائیو سوچو اور غور کرو

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝

اگر یہ حضرات منکرین حدیث یہ کافی جواب سنکر جواب الجواب دینے سے قاصر ہیں تو پھر فوراً بیترا بدلکر کہتے ہیں اچھا صاحب ! چند منٹ کیلئے ہم ان لیتے

کہ حدیث نام کی چیز قرآن مجید کی تشریح میں موجود ہے۔ لیکن پھر بھی ہم تو یہی کہیں گے
وہ ہنگامی اور وقتی تشریح ہو سکتی ہے اس کو قیام قیامت تک کیلئے کوئی کیسے
اور صحیح مان لے جبکہ حالات تیزی سے پلٹا کھا جاتے ہیں اور ایک وقت کی کی ہوئی
بات دوسرے دور کے وقت کے موافق حال نہیں ہو سکتی غلطی کر رہے ہو تم لوگ جو
احادیث رسول کو قریباً بعد سے چودہ سو سال بعد اب بھی واجب العمل اور قرآنی
تشریح سمجھ رہے ہو اور اس اعتقاد کو قیامت تک کے آنے والے مسلمانوں پر بجبر ٹھونسنا
چاہتے ہو اور احادیث کی اہمیت و حجیت کو زبردستی منوانا چاہتے ہو۔

حامیان دین اسلام اور احادیث نبوی کے کلی طور پر حجت رکھنے والے
اعتراض مندرجہ بالا کے رد میں مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتے ہیں رب العلمین کا ارشاد ہے
اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت
کرو۔ رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔
نبی کریم کی زبان سے کہلوایا گیا ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ یعنی میری اتباع
کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

ملاحظہ فرمائیے گا۔ یہاں قرآن مجید رسول خدا صلعم کی اطاعت و اتباع کی طرف
بلاتا ہے وہ کسی خاص قول و فعل کیساتھ مقید نہیں بلکہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں سے
متعلق ہے اور قیام قیامت تک کیلئے عام ہے اسجگہ یہ کب کہا گیا ہے کہ وقتی اطاعت
و اتباع کرو۔ بعد میں مرکز ملت کی پیش کردہ تشریح کو قابل عمل گردان لینا اگر قرآن
مجید میں یہ بات دکھا دیں ہم بسر و چشم قبول کر لیں گے حدیث سے انکار کی صورت
میں یہ اطاعت و اتباع کی غیر مقید و عمومیت عام بالکل بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے دیکھئے

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ تمہارے لیے رسول صلعم بہترین عملی نمونہ ہیں یعنی جو کچھ آپ کریں وہ کرو۔ جو فرمائیں اسپر بدلجان عمل کرو۔ جو آپ کا حال معلوم ہو اپنا حال بھی ویسا بناؤ اس بات کو تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کسی ذات کا نمونہ اسکے اقوال اعمال اور احوال سے ہی ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں تو قرآن مقدس کی زبان میں آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ ہمیشہ کیلئے نمونہ عمل قرار دیگئی ہے۔ ہے کسی کو اس آیت قرآنی سے جرائت انکار اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ؟ مقام غور ہے یہاں رسول اللہ صلعم کو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کیلئے بہترین نمونہ فرماکر کسی زمانہ وقت کی قید نہیں لگائی۔ بلکہ قیامت تک کیلئے آپ ان لوگوں کیواسطے نمونۂ عمل قرار دیئے گئے جو آپؐ کو رسول اللہ صلعم تسلیم کرتے چلے جائیں۔

بطور مثال

منکرین حدیث کے سامنے ان مہاجرین انصار صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا لائحہ عمل پیش کیا جاسکتا ہے جن کا ذکر کرکے رب العالمین سورہ توبہ میں فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یقیناً یہ لوگ ایماندار ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد بھی آپ صلعم کی حدیث شریف کو قرآنی آیت کی مانند حجت اور واجب الاتباع سمجھتے رہے اور تنازعات کے فیصلے قرآن و احادیث کیمطابق کرتے تھے۔ خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی حضرت علی المرتضےٰ رضوان اللہ اجمعین سے بڑھکر قرآن اور اسلام کے رموز و حقائق کا کون واقف ہو سکتا ہے۔ انہوں نے اپنے اپنے عہد حکومت میں

حکومت قرآن اور حدیث دونوں کو سامنے رکھکر چلا یا یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے۔ تاریخی طور پر ہم نے اسلئے لکھا کہ یہ حضرات ماضی کے معتبر ترین ذخیرہ روایات (احادیث رسول اللہ) کو تو ناقابل اعتبار ٹھہراتے ہیں اور تاریخی روایات کو معتبر قرار دیتے ہیں جو لحاظ روایت حدیث شریف سے کہیں نچلے درجہ پر ہیں۔ حیرت تو یہی ہے کہ یہ لوگ حدیث کے انکار کی بنیاد تاریخ پر رکھ رہے ہیں۔ ہاں ماضی کی معتبر ترین کتب احادیث (ہمارے نزدیک) قابل اعتماد کتب تواریخ (ہمارے اور منکرین حدیث دونوں کے نزدیک) سے یقینی طور پر ثابت ہے کہ ان خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام کی مخلص پاکباز اور بدرجۂ اتم دینی بصیرت رکھنے والی جماعت نے کبھی بھی حدیث رسولؐ کو وقتی حجیت سے عاری اور تاریخی حیثیت رکھنے والی کہکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی و دریدہ چشمی کے مرتکب نہیں ہوئے تھے

حدیث کا مقام قرآن حکیم میں؟

یہ منکرین حدیث حضرات اس طرف سے گھر جائیں تو جھٹ سے ایک اور اعتراض کا ایک اور وار کر دیتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے ان باتوں کو دست نظر انداز کیجئے گا اور یہ بتائیے گا ہم قرآن سے ثابت کیجئے گا۔ کہ حدیث رسولؐ کا ماننا قرآن کی مانند ضروری ہے اور قرآن کے علاوہ شرعی حجیت رکھتی ہے۔ قرآن کی مانند حجت کہا جاتا ہے۔ بطور سند اس کو پیش کیا جا سکتا ہے لیجئے ہم اپنی طرف سے

ان راہ گم کردہ بھائیوں کو راہ راست پر لانے کیلئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھنے
پر غور فرمانا ہوگا۔

اس کا کیا کیجئے۔ کہ منکرین حدیث تحفظ قرآن کا نام نہاد دعویٰ
لیکر اٹھے ہیں لیکن سینوں میں ایک قسم کا گھپلا سا ہے جو قرآن کے نور کو اندر
سے مانع و حائل ہے ؎

سینہ ہا از گرمیِ قرآں تہی — از چنیں مرداں چہ امید بہی (اقبال)

ہمارا تو خیال یہ ہے کہ یہ ہمارے دوست قرآن کا بنظر غائر مطالعہ نہیں کرتے
تو شکوک و شبہات کے چکر میں پڑنے سے صاف بچ نکلتے۔ اب ہم قارئین
کرام کے سامنے احادیث رسول ؐ سے متعلق قرآن حکیم کا فیصلہ رکھنے والے
ہیں۔ ان کو خود ہی فیصلہ کرنا ہوگا۔ کہ رسول اللہ صلعم کی احادیث بھی
شرعی حیثیت رکھتی ہے۔ حجت ہے یا نعوذ باللہ بقول منکرین یہ بے
ضرورت چیز ہے۔ محض ایک تاریخ ہے اس کا ماننا شرک فی الحکم ہے۔

ہم اس مضمون کی بیسیوں آیات شریفہ سے چند ایک لے رہے ہیں
جو عرض مدعا کیلئے انشاء اللہ کافی ثابت ہوں گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے
فرماتے ہیں فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا
شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا
قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ (قرآن پارہ پانچواں) تیرے رب کی قسم
وہ ایماندار ہی نہیں ہو سکتے جبتک کہ وہ تجھے (اے نبی) اپنے بیچ حکم
(فیصلہ کرنیوالا) نہ بنائیں جب ان کا آپس میں اختلاف ہو پھر اپنے

ؤں میں اس سے کوئی تنگی نہ پاویں جو تو نے فیصلہ کیا اور پوری طرح کا
رمانبرداری کریں۔
یہ آیت کریمہ صاف بتلا رہی ہے کہ جو احکام اور فیصلے قرآن مجید
یں آچکے ہیں وہ فیصلہ شدہ ہیں ان میں رسول اللہ صلعم کے نئے فیصلہ
کی ضرورت نہیں لیکن بعض باتیں جن کا فیصلہ قرآن نے نہیں کیا انہیں
نبی کریم صلعم کو اپنا حکم بنانا چاہیئے اور آپ کا فیصلہ شرعی فیصلہ
اور حجت سمجھ کر مان لینا چاہیئے۔ کوئی ہے جو یہ ثابت کرے کہ اس آیت
میں رسول اللہ صلعم کو آپکے عہد سعادت عہد میں ہی حکم ماننا ضروری
قرار دیا گیا بعد میں آپ مسلمانوں کیلئے حکم نہیں رہے؟ غور فرمائیے یہاں
آپؐ کو تا قیام قیامت حکم قرار دیا گیا ہے۔ آپؐ کی حکمیت کو کسی وقت
کیلئے مخصوص اور مقید نہیں فرمایا گیا۔

جو ہو پردوں میں پنہاں چشم دیکھ لیتی ہے

(۲) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ
أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ۔ قرآن مجید
سورہ احزاب ۔ اور کسی مومن مرد و عورت کو یہ ہرگز لائق نہیں کہ
جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ کسی بات کا فیصلہ کردیں۔ تو وہ
اس معاملہ میں اپنا کچھ اختیار سمجھیں جس کسی نے اللہ اور اس کے
رسولؐ کی نافرمانبرداری اختیار کی وہ ظاہر طور پر گمراہ ہو گیا۔

www.KitaboSunnat.com

"دیکھئے یہاں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلعم کی نافرمانبرداری اختیار کرنیوالے کو کھلا گمراہ فرمایا جا رہا ہے وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ توجہ طلب ہے یعنی جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی۔ یہاں اللہ اور رسول کے درمیان واو ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلعم دو ہستیاں ہمارے سامنے آتی ہیں کہ ان دونوں کی یا ان میں سے کسی ایک کی نافرمانبرداری کفر ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانبرداری سے مراد (قرآن کا انکار ہے) اور رسول اللہ صلعم کی نافرمانبرداری سے مراد (حدیث کا انکار ہے) اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے"

(۳) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا (قرآن مجید پارہ پانچواں سورہ نساء)

اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ آؤ طرف اس چیز کی جو اتاری اللہ تعالیٰ نے اور طرف رسول کی۔ دیکھا تو نے منافقوں کو یہ فرمان اجب الاذعان سن لینے کے بعد تیرے پاس آنے سے رک رہتے ہیں رک رہنا۔

"ملاحظہ فرمائیے یہاں جو چیز اللہ تعالیٰ نے اتاری یعنی قرآن مجید کی طرف بلانے کے بعد وَاِلَى الرَّسُوْلِ کا لفظ فرما کر رسول اللہ صلعم کی طرف علیحدہ بلایا گیا ہے رسول صلعم کی طرف آنے سے مراد اظہر من الشمس ہے کہ حدیث کی طرف بلانا مقصود ہے"

(۴) وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ

مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۔ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝
(قرآن مجید پارہ ۵ سورہ نساء) غیب نہیں تھا ۶ کو

اور اتاری اللہ تعالیٰ نے اوپر تیرے اے نبی کتاب اور حکمت اور تجھکو سکھایا جو تو نہیں جانتا تھا اور اللہ تعالیٰ کا تجھ پر فضل عظیم ہے۔

"یہاں اللہ تعالیٰ نے سارے جھگڑے مٹا دیئے اور گنجائش انکار نہیں رہنے دی۔ یہ فرما کر کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتاب اتاری اور حکمت بھی اس نے نازل فرمائی۔ کیا اگر ہم مسلمانوں کیلئے صرف کتاب کافی ہوتی تو صرف الکتاب کہہ دینا کافی نہیں ہو سکتا تھا؟ لیکن یہاں کتاب کے ساتھ واؤ کا لفظ لگا کر حکمت کو بھی نازل کیا فرمایا گیا۔ معلوم ہوا۔ کہ کتاب کے علاوہ حکمت نام کی ایک اور چیز بھی رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ جس سے مراد سنت اور حدیث ہے"

(۵) اور فرمایا خدا ذوالجلال نے۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۔ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ الآیہ

اگر تمہارا اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے تو پھر تمہارے اس دعویٰ ایمانی کی صداقت کے اظہار کیلئے پانے کی یہ شرط قرار پائی ہے کہ جب تمہارا باہمی کوئی تنازعہ ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کے پاس لے جاؤ۔ وہاں سے جو فیصلہ صادر ہو اسے بجا تعمیل جاؤ۔

(۶) وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ
الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى
وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا ۝ (قرآن) پ۵ النساء

جو شخص رسول اللہ صلعم کی مخالفت کرے۔ اس کے بعد کہ اس کیلئے حق کھل چکا اور مومنوں کے راستہ کے سوا اور راستہ کی پیروی کرے، ہم اُسے پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے۔ بالآخر اُسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔

"عقلمند کیلئے مقام غور ہے۔ اس آیت عظیمہ میں رسول اللہ صلعم کے عمداً مخالف کو جہنمی قرار دیا جا رہا ہے اور ساتھ ہی الفاظ ہیں کہ "مومنوں کے رستہ کے سوا اور راستہ کی پیروی کرے"

جب قرآن مجید ختمی مآب صلعم پر خدائے جلیم کی طرف سے نازل ہو رہا تھا۔ اُس وقت مومنین صحابہ کرام ہی تو تھے جن کا راستہ قرآن و حدیث کا راستہ تھا۔ اور کتب احادیث و تواریخ و سیر سے اکثر ثابت ہے کہ صحابہ کرام پیش آمدہ معاملات سے متعلق پہلے قرآن عزیز میں نگاہ دوڑاتے تھے۔ اگر وہاں سے مفصلاً معلوم نہیں ہوتا تھا تو احادیث نبویہ کے مطابق فیصلہ دیتے تھے۔ اب اُن الصحابۃ کرام کے راستہ کے سوا اور راستہ اختیار کرنا انکار حدیث کے راستہ کے سوا اور کون سا راستہ ہو سکتا ہے؟"

(۷) وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ قرآن مجید

پارہ ۵ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔

"لیجئے یہاں رسول صلعم کی اطاعت کو خدا تعالیٰ نے اپنی اطاعت قرار دیا گیا حدیث رسول کا ماننا خدا کے کلام کی آیت کے ماننے کے مترادف ہے۔ عربی زبان کے اسرار سے واقف جانتے ہیں کہ اس جگہ یہ کیوں نہیں کہا گیا۔ کہ جس نے اللہ کی اطاعت کی اُس نے رسول کی اطاعت کی؟ بلکہ اس کے اُلٹ کہا گیا"

قصہ مختصر یہ کہ قرآن حکیم کی بہت سی آیات سے یہ بات بالکل ثابت ہوجاتی ہے کہ مسلمان اپنے فیصلوں کا انحصار صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلعم پر رکھیں۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مراد قرآن مجید اور اگر قرآن مجید میں کسی امر سے متعلق صراحت نہ ہو تو رسول اللہ صلعم کی طرف رجوع کرنے کا فرمان واجب الاذعان ہے رسول صلعم کی طرف رجوع کرنے سے مراد حدیث رسول کی طرف رجوع ہی ہو سکتی ہے۔ رسول

مثلاً توریث (وراثت) کی کئی ایک صورتیں ہیں جن کے متعلق قرآن کریم نے کوئی فیصلہ نہیں دیا اور اُن کا فیصلہ حدیث رسول کے مطابق کیا جاتا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ وضو، غسل، جنابت، نماز، روزہ زکوٰۃ، حج، نعوذ شریف، دعائیں، اسی طرح نکاح، طلاق، بیع و شرا فصل قضایا و خصومات (جھگڑوں کا فیصلہ) اخلاقیات عمرانیات معاشیات سیاسیات سبکی تفصیل دین اسلام میں موجود ہے۔ بلاشبہ ان کے متعلق

کا احکام قرآن مجید میں پائے جاتے ہیں لیکن انکی تشریح۔ ان کے اجمال کی تفصیل میں ایک قدم بھی آپ "حدیث" کی روشنی کے بغیر نہیں چل سکتے۔

ایک ضروری اشارہ

اگر ہم چلتے چلتے ایک ضروری بات کی طرف اشارہ کرتے جائیں تو نامناسب نہ ہوگا۔ ہم نے اوپر تحریر کیا ہے کہ بعض احکام کے متعلق قرآن حکیم میں کلی احکام تو ضرور پائے جاتے ہیں لیکن جزیات کا احاطہ نہیں جزئی تشریح "حدیث کی کتابوں میں" موجود ہے اس کا مطلب کہیں یہ نہ سمجھ لیجئے گا۔ کہ آیات قرآنی کی تشریح آنحضرت صلعم خود فرماتے رہے ہیں نہیں نہیں بلکہ آپ تشریح بھی وحی خدائی پاکر فرماتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ - إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ - ہمارا نبی خواہش سے نہیں بولتا ہے۔ بلکہ وحی ہی بیان کرتا ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔

ارشاد رسول کریمؐ ہے أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ (ابوداؤ) مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اسی کی مانند ایک اور چیز (حدیث) دی گئی ہے یہی ہیں وہ دلائل جنکی بنا پر سب مسلمان "حدیث" کو "وحی الٰہی" مانتے ہیں

کاش | منکرین حدیث سمجھتے کہ وہ حدیث کا انکار کرکے یا اس کی محض تاریخی حیثیت دے کر منصب نبوت کا ہی انکار کررہے ہیں۔ ان سے انسوں سے کوئی پوچھے کہ اگر وہ سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اور قرآن کا معلّم مانتے ہیں تو لازمی طور پر انکو یہ بھی ماننا ہوگا۔ کہ آنحضرت صلعم نے صحابہ کرامؓ جیسے متلاشیان حق کے مجمع میں پورے تیئیس ۲۳ برس تک صرف قرآن مجید کے الفاظ ہی بیان نہیں کئے تھے۔ بلکہ ان کے معانی بھی بتائے تھے۔ کیونکہ آپؐ صلعم کے ذمہ تبلیغ الفاظ کے ساتھ ساتھ ان کے معانی کی تبلیغ بھی تھی خود قرآن حکیم کی تصریح ہے۔ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ۔ (سورہ نحل) تاکہ آپؐ کھول کر بیان کرو ان لوگوں کو وہ شریعت جو اُن کی طرف اُتاری گئی ہے۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ۔ اور رسول کے ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا ظاہر ان منکرین حدیث کو کون سمجھائے۔ کہ "البلاغ" معنی پر متضمن ہے اور یہی بیان کا اعلیٰ درجہ ہے۔ صرف وحی کے الفاظ پہنچا دینے سے "ابلاغ" کا فرض پورا نہیں ہو سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ آنجناب صلعم کے منصب نبوت میں بلاغ مبین اور تبیین قرآن تھا اور آپؐ کی دینی تبئین (بیان کرنا) اور قرآن کا بلاغ مبین احادیث کے علاوہ اور ہے کہاں ؟

بیان قرآن

ابتدائے وحی میں جب حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات قرآنی لاتے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال سے کہ مبادا کہیں جبریلؑ الفاظ وحی پہنچا کر جلدی واپس چلے جائیں اور

میں بھی آیات قرآنی و الفاظ قرآنی محفوظ و منضبط نہ کر پاؤں. جلدی جلدی زبان کو تلاوت قرآن کیلئے حرکت دینے کہ کہیں یہ حی بھول نہ جاؤں (بخاری و مسلم)

خدائے ذو الجلال نے آپؐ کی تسلّی خاطر کیلئے آیات نازل فرمائیں.

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ
اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ — فَاِذَا قَرَاْنٰهُ
فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (سورہ قیامت پارہ ۲۹ع)

(قرآن کو جلدی جلدی سے یاد کر لینے کیلئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیجئے پس جب ہم اس کو فرشتہ کے ذریعہ پڑھیں پھر آپ بعد میں پڑھا کیجئے. فکر کرنے کی ضرورت نہیں- اس قرآن کا آپ کے دل میں جمع و محفوظ کر دینا اور پڑھنا دسکھانا ہمارے ذمہ ہے پھر اسکا بیان کرنا سکھانا یا بالفاظ دیگر اس کی تفسیر تشریح بھی ہم خود آپ کو سکھائیں گے.

.. غور فرمایئے ان آیات قرآنی پر کس بہتر انداز سے اللہ تعالےٰ اپنے رسول مقبول صلعم کو اطمینان دلا رہا ہے- گھبراہٹ دور فرما رہا ہے اور لوگوں کے سامنے کس طرح یہ حقیقت آشکارا کر رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس قرآن کو اسی نے محفوظ فرمایا ہے اور آپ نے تئیس ۲۳ سالہ حیات نبوت میں قرآن حکیم کی جو قولاً، فعلاً، تقریراً ''تشریح فرمائی ہے- وہ بیان قرآن بھی

اس کا سکھایا ہوا ہی تھا۔ آپ نے اپنے پاس سے ہرگز کچھ بٹ کر دنیا کے سامنے نہیں رکھی۔ ارباب عقل کیلئے ان آیات قرآنی میں اطمینان قلب کا کافی مواد موجود ہے۔"

قرآن مجید میں ہی دوسری جگہ پارہ ۲۹ سورہ الحاقہ میں اللہ تعالےٰ کا جلالت بھرا ارشاد ہے۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۙ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۙ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ ۙ اور اگر ہمارا یہ سچا پیغمبر محمد صلعم کوئی بات ہم پر بٹ لیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور اسکی شہ رگ کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی بھی اس کی طرف سے آڑے نہ آتا۔

"بتائیے ان آیات کی موجودگی میں ہم کیسے یہ مان دے سکتے ہیں۔ کہ حضور صلعم نعوذ باللہ کوئی بات بھی اپنی طرف سے بٹ لیں اور مشہور یہ کریں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ضرور آپ کی رگ گردن خدا کی طرف سے کاٹ دی جاتی۔"

حقیقت نفس الامری

یہ ہے کہ احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بغیر قرآن مجید کے معانی اچھی طرح سمجھے ہی نہیں جا سکتے۔ اگر تھوڑے بہت سمجھے بھی جائیں تو بہت سے مسائل تشنۂ تکمیل ضرور رہ جاتے ہیں۔ مثلاً "قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۔

نماز قائم کرو۔
پورا قرآن دیکھ جائیں کہیں رکعات کی گنتی نہیں بتائی گئی۔ قیام میں کیا پڑھا جائے۔ رکوع میں۔ سجدہ میں۔ دونوں سجدوں کے درمیان تشہد میں کیا پڑھا جائے۔ کسی چیز کا ذکر نہیں یہ تمام باتیں ترجمان وحی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بتائیں اور محدثین رحمہم اللہ نے حدیث کی کتابوں میں جمع کر دی ہیں۔ امت محمدیہ میں یہ اذان واقامت اور نمازوں والا معاملہ (نماز پنجگانہ۔ نماز جمعہ۔ نماز جنازہ۔ نماز عید ہیں) نسلاً بعد نسل عملی تواتر سے چلا آرہا ہے۔ اب منکرین حدیث اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ سے مراد نظامِ ملت اور نظام ربوبیت قائم کرنا کہہ کر کیسے چھوٹ سکتے ہیں اگر ایک حکم کا مدار صرف زبانی روایت ور روائیت پر تو اس سے اگر کوئی انکار کرے تو شاید چند لوگوں کو اپنے ساتھ متفق الرائے کرنے میں کامیاب ہو جائے لیکن۔ یہاں یہ کیا غضب ڈھایا جارہا ہے کہ نماز کے حکم اور اس کے اصلی خدوخال کو مٹا کر رکھ دینے کی کوشش پر وہ کارروائی جارہی ہے اور چند اسلام سے ناآشنا انکی کوشش کرنیوالوں کے ساتھ مل رہے ہیں۔ انہیں اتنی سی بات بھی سمجھ میں آنے سے رہی کہ یہ نماز تو امت محمدیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر تا ایں دم متواتر جاری ہے اور مسلمان اس کو عملاً ادا کرتے آرہے ہیں اس سے کوئی اور چیز کیسے مراد لی جاسکتی

ہے۔ قارئین کرام ہی بتائیں کہ اگر کوئی شخص بدیہیات کا انکار کرے۔ دن کے وقت کہنا شروع کر دے۔ اب رات ہے اور ساتھ ہی وہ اپنی غلطی تسلیم کرنے کیلئے تیار بھی نہ ہو تو کیا ہزاروں انسانوں کے سمجھانے بھی مان جائیگا۔ کہ ہاں اب دن ہی ہے؟ اگر اُس کو نہ ماننا ہو تو کوئی بھی اس کو منوا نہیں سکتا۔ یہی حال ہمارے ان معزز مخاطبین کا ہے جو اب یہ ظاہرہ باہرہ اشیائ کے انکار پر بھی اصرار کرنے لگے ہیں دلائل دلائل کی بھی کچھ پروا نہیں کرتے ہیں۔ پس آیات قرآنی کی تشریح جو ان کے ذہن میں آئے وہی صحیح اور اصل دین ہے اور سب مسلمانوں پر بھی اتباع لازم ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ کی تفسیر قرآن گویا اب کام کی نہیں رہی اَعَاذَنَا اللہُ مِنْہُ۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں حکم ہوتا ہے اٰتُوا الزَّکوٰۃَ "زکوٰۃ دو"

منکرین حدیث صرف قرآن مجید سے اس حکم کی تشریح کر دیں۔ زکوٰۃ ادا کرنے کیلئے سونے چاندی کا نصاب کتنا ہے؟ اونٹ بیل، بھینسیں، بکریاں، بھیڑیں کتنی تعداد تک پہنچ جائیں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہے؟ غلہ پر کب اور کتنی زکوٰۃ ہے جو مال تجارت کتنی زکوٰۃ ہے اور کس وقت واجب الادا ہے؟ دفینوں و رکازوں پر زکوٰۃ کی کیا تشریح ہے اگر کسی کے ہاتھ لگ جائیں؟ کون کونسی چیزیں اس حکم زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں؟

ان سب سوالات کا صحیح جواب ایک اور صرف ایک ہی ہو سکتا ہے کہ بغیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی رہنمائی کے ان مندرجہ بالا باتوں کا علم کبھی نہیں ہو سکتا ـــــ لیکن جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں کہ جب یہ اصحاب احادیث رسول اللہ صلعم کی حجیت کے منکر ہو گئے اور ان کے قلوب میں احادیث النبی صلعم کی کوئی اہمیت نہ رہی دحالانکہ احادیث قرآن مجید کی تشریح کنندہ ہیں) تو جیسے چاہیں قرآنی آیات کی من بھاتی تفسیر کریں۔

لیجئے اب اس اٰتُوا الزکوٰۃَ ـ زکوٰۃ دو ـ کی تشریح ہو رہی ہے کہ "نفس کو پاک کرو۔ اور ہر چیز کو صاف ستھرا رکھو"

اب ان کے اذہان میں یہ کیسے جمایا جائے۔ کہ مسلمانوں میں یہ عمل بھی نسلاً بعد نسل متواترہ چلا آرہا ہے۔ اگر گذشتہ ساڑھے تیرہ سو برس سے عامہ ضماب امر مسلمان سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اس قرآنی حکم پر عمل پیرا ہوتے چلے آرہے ہیں تو اس عملی تواتر کو جھٹلانا کیا مغزوں کا کام ہو سکتا ہے عقلمندوں سے ایسی توقع ہرگز نہیں کی جا سکتی۔ تزکیۂ نفس (نفس کو پاک و صاف رکھنا) کے احکام تو قرآن حکیم میں علیحدہ بہت سے مقامات پر درج ہیں لیکن ان قرآن کے محافظوں نے کبھی اس کو بغور پڑھا بھی ہو تو کوئی بات ہے۔

اب حج اور روزہ کو لیجئے۔ گو ان کیلئے قرآن مجید میں نسبتاً تفصیلی احکام موجود ہیں لیکن مکمل تشریح اور رہنمائی تفسیر احادیث

... میں ملے گی حج کے اقسام صفا اور مروہ کے درمیان سعی طواف کرنے کرنے حجر اسود کو بوسہ دینا کس تاریخ کو عرفات کو روانہ ہونا ہے۔ مزدلفہ میں کب ٹھہرنا ہے اور کتنا عرصہ ٹھہرنا ہے جمروں کی طرف کب اور کتنی کنکریاں پھینکنی ہیں۔ منیٰ میں کس دن قربانی دینی ہے۔ طواف وداع کی حقیقت کیا ہے۔

ان سب مناسک کی تفصیل احادیث میں ملے گی یہ حج بھی مسلمانوں میں عملاً چلا آرہا ہے۔ اگر مندرجہ بالا باتوں سے متعلق احکام صرف قرآن مجید سے معلوم کرنا چاہیں تو ہم ناکام رہیں گے۔

بیمار اور مسافر کے علاوہ اور کس کس کو ان دنوں میں روزہ رکھنے کی معافی ہے بھولے سے کچھ کھا لینا یا پی لینا۔ فدیہ طعام مسکین کی کتنی مقدار ہے؟

مسافر روزہ رکھ بھی سکتا ہے چھوڑ بھی سکتا ہے۔ صدقہ فطر کی کتنی مقدار ہے؟

ان سب احکام کی تشریح احادیث کے علاوہ اور کہیں نہیں ملے گی۔

مثال کے طور پر قرآن میں حکم موجود ہے کہ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کرنا منع ہے۔ لیکن اگر کسی سے یہ فعل سرزد ہو جائے تو پھر اس کی سزا کیا ہے؟
اس کا جواب قرآن پاک میں نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کی حدیث

ہیں ملے گا۔ جن کو جناب باری تعالےٰ عزّ اسمہٗ نے ترجمان قرآن فرمایا ہے۔

مثالیں

مثالیں پیش کرنے کو بیسیوں آیات قرآن مجید سے ایسی پیش کی جاسکتی ہیں جنکے معانی سوائے حدیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے قطعاً سمجھ میں نہیں آتے لیکن ہم صرف آیات اور پیش کرکے وضاحت کردینا ضروری خیال کرتے ہیں تاکہ بات پوری ہو جائے اور یہ مسئلہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے

پ ۲۲ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے ۔ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۵ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (علیہ السلام) پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے مسلمانو تم بھی ان پر صلوٰۃ اور سلام بھیجو۔

" حدیث رسول اللہ صلعم کو محض تاریخی حیثیت دیکر اس کی وقعت کو کم کرنے والے تمام احادیث کو ساقط الاعتبار قرار دیکر علمی نقطہ نظر سے نہایت ہی بے وزن ۔ لایعنی بلکہ گمراہ کن باتیں گھڑنے والے ذرا بتائیں تو سہی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی صلعم پر درود بھیجتے ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟ ۔ اور مسلمانوں کو جو صلوٰۃ اور سلام بھیجنے کا حکم ہو رہا ہے اس کے الفاظ کیا ہیں ؟ اس سوال کا جواب حدیث رسول صلعم سے

بھلا کون دیسکے؟ قرآن میں تو محض یہ حکم پایا جاتا ہے۔ طریقہ عملانے پر حضور صلعم مقرر ہوئے ہیں۔"

سورۃ الرحمن پارہ ۲۷ میں ارشاد ہے کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَأْنٍ۔ ہر دن وہ (اللہ تعالیٰ) ایک شان میں ہے۔

"منصب نبوت کا انکار کرنے والوں کی سمجھ میں یہ موٹی سی بات بھی کوئی نہیں آرہی کہ کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے صرف الفاظ ہی دہرائے اور بس سننے والوں نے اُسی طرح سن لیا اور اپنے دلوں میں جگہ دیدی۔ کسی حل طلب شئے کا مطلب نہ سنانے والے نے ہی نہ سنایا اور نہ سننے والوں نے ہی دریافت کیا اور نہ تئیس سالوں میں کبھی اس کی ضرورت ہی محسوس کیگئی۔ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ۔"

سورہ الرحمن والی اس مذکورہ بالا آیت سے متعلق دیکھو جب آنحضرت صلعم اس کی تلاوت فرماتے ہیں۔ یسار بن عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے یہ آیت آپؐ کی زبان فیض ترجمان سے سنتے ہی سوال اٹھایا۔ کہ یا رسول اللہ! اس کا کیا مطلب کہ ہر روز وہ ایک حالت میں ہے۔ فرمایا۔ کہ وہ گناہ بخشتا ہے سختی دور کرتا ہے اور کسی قوم کو اونچا کرتا ہے اور کسی کو نیچا۔ (ابن کثیر)

کتابت حدیث

یہاں تک تو ہم ضرورت و اہمیت

www.KitaboSunnat.com

حدیث پر بحث کرتے چلے آئے ہیں۔ آج کی صحبت میں ہم اس مسئلہ کی دوسری طرف روشنی ڈالنے والے ہیں۔ قارئین کرام سے توقع ہے کہ وہ دل کی آنکھ سے دیکھکر اس ضروری بنیادی مسئلہ کی تہ تک پہنچیں گے

← حضرات منکرین حدیث کی جانب سے یہ بات عامۃ المسلمین میں پھیلانے کی بہت کوشش کی جارہی ہے کہ حدیثیں نبی اکرم صلعم کے رحلت فرما جانے کے دوسو سال بعد لکھی گئیں۔ کبھی جاتا ہے نوے سال بعد حیطہ تحریر میں لائی گئیں کچھ عرصہ کے بعد ایک روایت اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں رہتی اب وہ احادیث جو دوسو سال بعد لکھی گئیں اُن کا کیا حال ہوگا۔ یہی کہنا پڑے گا کہ حدیث ایک ظنی چیز ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطابق ضرورت گھڑ لی گئیں اس کی شرعی حیثیت کو کیسے تسلیم کیا جائے حجت کیونکر کہا جائے اس کو تاریخی حیثیت نہ دیں تو کیا کریں۔

آج ہم اس فسانہ کی حقیقت کھولے دیتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ روایت ان حضرات کو کہاں سے ملی کہ احادیث رسول اکرم صلعم کے فوت ہو جانے کے دوسو سال بعد لکھی گئیں۔ قرآن مجید میں تو بہر حال یہ روایت موجود نہیں ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ یہ بات قرآن مجید کے علاوہ کسی اور کتاب سے لی گئی ہوگی۔ یا پھر تاریخ کی کسی کتاب سے ماخوذ ہوگی۔ اور ان کے نزدیک قرآن کے علاوہ جب احادیث جیسا معتبر سلسلۂ روایات بھی قابل اعتراض ہے۔ اُن کا کوئی حقیقی درجہ نہیں تو آخر یہ

اپنے دعویٰ کو مضبوط کرنے کیلئے ایسی روایت کیوں لائے جو قرآن مقدس کے علاوہ اور کسی کتاب کی ہے ؟ اور اگر یہ روایت صحیح ہے تو دوسری روایات کیوں دریا برد کرنے کے قابل ٹھہریں۔ ناظرین مضمون ہذا ہی فیصلہ کریں کہ ایسے لوگ جو حدیث کے انکار کی بنیاد تاریخ پر رکھ رہے ہیں اُن سے متعلق اگر ہم یہ کہیں کہ اُن کا دماغ سٹھیا گیا ہے۔ تو کیا بے جا ہو گا ؟

اس کے علاوہ حضرات منکرین حدیث یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلعم نے تو فرمایا تھا۔ لَا تَكْتُبُوْا عَنِّیْ غَیْرَ الْقُرْاٰنِ شَیْئًا وَ مَنْ كَتَبَ عَنِّیْ غَیْرَ الْقُرْاٰنِ فَلْیَمْحُهُ (الحدیث)

یعنی قرآن کے علاوہ مجھ سے اور کچھ نہ لکھا کرو۔ اور جس نے لکھا ہے اس کو چاہیئے کہ قرآن کے علاوہ کو مٹا ڈالے۔

منکرین حدیث اس حدیث نبویؐ کے ایک ٹکڑے کو اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کر کے فرمایا کرتے ہیں کہ اب جبکہ خود ترجمان وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قرآن مجید کے سوا احادیث وغیرہ کے لکھنے کی ممانعت ثابت ہو گئی تو وہ کیسے نہ کہیں کہ حدیث کی کوئی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی یہ شرعی حیثیت رکھتی تھی اور اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ یہ جو احادیث کا ذخیرہ پایا جاتا ہے وہ ناقابل اعتبار ہے اور علماء کا خود ساختہ ہے۔

← لیجئے صاحب! ایک طرف تو یہ حضرات سنت و حدیث رسول اللہ صلعم کے منکر ہیں اور دوسری طرف اپنے دعویٰ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے احادیث مصطفےٰ کو ہی پیش فرما رہے ہیں کوئی ان بھلے مانسوں سے پوچھے کہ کیا اس حدیث مذکورہ پر ان کو یقین آگیا؟ اور کیا یہ حدیث اُن ہی جیسے راویوں کے ذریعہ اُن تک نہیں پہنچی جنکے ذریعہ بخاری مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی موطا امام مالک، کی دیگر احادیث مروی ہیں؟ اور پھر یہ کیا غضب ہے کہ اتنے بڑے ذخیرۂ احادیث سے صرف یہی حدیث ان حضرات کے نزدیک صحت کے درجہ تک پہنچی ہے؟ کیا یہ حدیث اسی لئے تو اُچھال اُچھال کر سامنے نہیں لا رہے ہیں کہ مفید مطلب معلوم ہو رہی ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ حدیث ان حضرات کے نزدیک اس قابل کیسے ٹھہر گئی۔ کہ اس سے سند پکڑی جائے دیگر احادیث کیوں غیر معتبر ہیں حالانکہ وہ بھی اسی کتاب "مسلم" میں درج ہے جس میں دیگر کئی ہزار احادیث۔

پنجابی کی ایک مشہور مثل ہے سوہانہ رسی۔ ہرے پر گا نٹھ تمام باتوں کو رہنے دو ہیں درکنار۔ اصولی بات تو یہ ہے کہ جو شخص ایک چیز کا منکر ہو اُس کو یہ حق ہی کہاں حاصل ہے کہ اُسی کو وہ اپنی بات منوانے کے لئے پیش کرے۔ جب وہ اُس کا سرے ہی منکر تو پھر

اُسے اُس سے کیا سروکار؟

← خیر ہم اِس حدیث مذکور کا مطلب بھی سمجھائے جاتے ہیں۔ غیرُ القرآن - علاوہ قرآن کا لفظ ہی معنیٰ پر روشنی ڈال رہا ہے اصل معاملہ یہ ہے کہ ابتداً میں صحابہؓ کرام قرآن و حدیث کو یکجا لکھنے لگے سیّد العالمین صلعم کو معلوم ہوا۔ آپؐ نے اس طرح اکٹھا لکھنے سے منع فرمایا۔ اِس خیال کے تحت کہ مُبادا عام لوگوں میں قرآن اور غیر قرآن کا التباس ہونے کے باعث تمیز نہ ہو سکے کہ اس میں قرآنی الفاظ یا آیات کونسی ہیں اور سخنہائے نبوی کونسی۔ چُنانچہ جب قرآن کریم کا دوسرے کلام کے ساتھ مُلتبس ہو جانے کا خطرہ جاتا رہا۔ تو آپؐ نے احادیث کے لکھنے کی بھی اجازت مرحمت فرمادی (مجمع الزوائد)

← کیا یہ اندھیر ہے کہ مُنکرین حدیث اپنے خیال کے مُطابق کتابت حدیث سے ممانعت کی یہ اوپر گذری حدیث تو بڑی محنت سے تلاش کر کے لوگوں کے سامنے لے آئے لیکن کتابت حدیث کی اجازت کی احادیث پر پردہ ڈال دیا گیا۔ کیا یہ فعل دیانت کے سراسر خلاف نہیں ہے؟ چاہیئے تو یہ تھا کہ حضرات دونوں (ممانعت و اجازت) قسم کی احادیث نقل کر کے وضاحت کرتے۔ کوئی توجیہ کرتے یا محدّثین رحمہم اللہ کی طرح کوئی تطبیق سمجھاتے۔ اس بات پر پوری روشنی ڈالتے۔ کہ ایک طرف تو

رسالت مآب صلعم اپنی احادیث کو قلمبند کرنے سے منع فرما رہے ہیں دوسری طرف اجازت مرحمت فرما رہے ہیں یہ کیوں ؟ لیکن اسباب کی وضاحت کی یا تو اِن میں علمی طاقت نہیں ہے مطالعہ کی حد میں وسیع نہیں ہیں۔ باقاعدہ اساتذہ حدیث کیسامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا۔ یا پھر نیت درست نہیں ارادہ اسلام کو نقصان پہنچانے کا ہے۔ اور پہلا حملہ سنّت پر بخوبی کیا گیا ہے۔ اگر یہ حملہ کامیاب ثابت ہوا۔ تو دوسرا حملہ قرآن مجید پر ہوگا۔ کیونکہ قرآن مجید بھی آخر اُن ہی راویوں کے ذریعہ پہنچا ہے جن کے ذریعہ سنّت نبوی ؐ لیکن جب تک علمائے اہل سنّت زندہ ہیں اور انشاءاللہ تعالیٰ قیامت تک رہتے رہیں گے۔ ان حضرات کا یہ ارادہ کبھی پورا نہیں ہونے دیں گے اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھوں سے قرآن و حدیث پر بربری حملہ کرنے والوں کا مسکت جواب لکھواتا رہے گا۔ جبتک آسمان و زمین رہیں گے۔ رات دن کا چکر چلتا رہے گا۔ سورج طلوع ہوکر دُنیا کے ہر گھر میں بحکم خدائے ذوالجلال روشنی پہنچاتا رہیگا انشاءاللہ اس وقت تک رسول مقبول صلعم کی سنت زندہ اور موجود رہے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا کو زندہ رکھے گا۔ حملہ آور خائب و خاسر ہوں گے)

ان دوستوں کی صفائی قلب کا اندازہ

ت سے لگا لیجئے۔ کہ اس حدیث کا یہ ٹکڑا تو لکھ دیا کہ حضور صلے اللہ وسلّم نے فرمایا مجھ سے سوائے قرآن کے اور کچھ نہ لکھا کرو جس نے قرآن کچھ لکھا ہو وہ مٹا ڈالے۔ لیکن دوسرا ٹکڑا زیر بحث نہیں لائے جو ہی ارشاد تھا۔ حَدِّثُوْا عَنِّیْ وَلَا حَرَجَ۔ یعنی مجھ سے زبانی احادیث روایت کرو کوئی حرج نہیں۔ کیا اس راز کے ظاہر ہو جانے سے صاف طور پر معلوم نہیں ہو گیا۔ کہ ان احباب نے حدیث کے ایک ٹکڑے کو تو نقل کر دیا (کیونکہ مقصد کے مطابق معلوم ہوا) لیکن ساتھ کے دوسرے ٹکڑے کو نظر انداز کر دیا (کیونکہ مقصد کے خلاف تھا)

ے حدیث شریف کا یہ آخری ٹکڑا "مجھ سے حدیث روایت کرو کوئی حرج نہیں"

ان معانی کے صحیح ہونے پر صاف دلالت کناں ہے جو مجمع الفو ائد کے حوالہ سے اوپر لکھے جا چکے ہیں۔ کہ قرآن و حدیث کو اکٹھا لکھنے سے آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا۔ نہ کہ بالکل احادیث کے روایت کرنے یا انہیں قلمبند کرنے سے ممانعت فرمادی تھی۔ ابوداؤد شریف جلد ۲، (اہلسنت کے نزدیک صحاح ستہ میں سے ایک)

چھاپہ مصری۔ مطبع سعادۃ بجوار محافظہ مصر باب فی کتاب العلم میں اسی قسم کی ایک حدیث کے تحت حاشیہ پر مرقوم ہے۔ اِنَّهٗ لَهٰى اَنْ يَّكْتُبَ الْحَدِيْثَ مَعَ الْقُرْاٰنِ فِيْ صَحِيْفَةٍ

وَاحدة لئلا يختلط بِهٖ وَيشتبه عَلَى القاری

فاما ان يكون نفس الكتاب محظورا وتقييده

بالخط منھيًّا عَنْهُ فلا ۔

ترجمہ ۔ یعنی آپ صلے اللہ علیہ وسلّم نے حدیث کو قرآن کے ساتھ ایک ہی صحیفہ میں لکھنے کی ممانعت کی تھی تاکہ ایسا نہ ہو پڑھنے والا شبہ میں پڑ جائے اور قرآن و حدیث میں فرق نہ معلوم کر سکے۔ لیکن احادیث کو لکھنے کی مطلق ممانعت تو یہ نہیں یعنی آپ نے مطلقاً لکھنے سے نہیں روکا تھا ۔

دعویٰ اور ثبوتِ دعویٰ

لیجئے اب ہم اپنے دعویٰ کے ثبوت میں دلائل پیش کرنے والے ہیں ۔ ہمارا دعویٰ ہے ۔ کہ احادیث آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپؐ کے عہد میں ہی لکھنی شروع ہو گئی تھیں ۔ لیکن اس کا کیا کیجئے ۔ کہ ہم اپنے اثباتِ دعویٰ کے لئے جو احادیث پیش کریں گے ان کے متعلق تو منکرین حدیث کے دارالافتاء سے فوراً یہ فتویٰ جاری ہو جائے گا ۔ کہ یہ احادیث غلط اور وضعی ہیں ۔ نعوذ باللہ من ذالک ۔ اور احادیث اپنے اثبات مدعاء کے لئے یہ حضرات پیش کریں وہ بالکل معتبر اور قابل تسلیم ۔ حالانکہ ان بھائیوں کے ہاں بعض احادیث مصطفوی صلے اللہ علیہ وسلم کو موڑ توڑ کر پیش کیا جاتا

ہے۔ بعض کا پہلا حصّہ بیان کیا جاتا ہے اور آخری ہضم اور بعض کا حال اس کے برعکس کیا جاتا ہے۔ بعض کا صحیح مطلب۔ ان حضرات کی سمجھ میں نہیں آتا۔ الفاظ پڑھتے ہی بغلیں بجانی شروع کر دیتے معانی کی تہ تک نہیں پہنچتے۔ اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ یہ دوست ایسی احادیث بار بار پیش کرتے ہیں جن کے متعلق محدثین رحمہم اللہ علیہم پہلے ہی فرما چکے ہیں کہ یہ وضعی ہیں۔ منکر ہیں یا ناقابل اعتبار حد تک ضعیف ہیں۔ اس حدیث کا فلاں راوی مجہول الحال ہے۔ فلاں راوی کا حافظہ مضبوط نہیں تھا۔

رہ جاتا ہے اب یہ سوال کہ ائمۃ المحدثین نے اپنی کتابوں میں ایسی احادیث کو جگہ کیوں دی۔ سو ہمارے خیال میں انہوں نے ایسی احادیث تحریر فرما کر پھر ان کی عدم صحت کے متعلق بیان کر کے اُمت محمدیہ پر عظیم احسان کیا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو یہ عین ممکن ہو سکتا تھا۔ کہ وہ احادیث دین میں سخت خرابی کا باعث بنتیں اور مسلمان اُن کے بارے میں کچھ نہ جانتے ہوئے شکوک و شبہات میں گرفتار ہو کر بالکل گمراہ ہو جاتے۔

امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک زمانۂ حیات میں فرما دیا تھا۔ اُکتبوا ولاحرج میری احادیث لکھ لیا کرو کوئی حرج نہیں۔

(کنز الاعمال)

نیز فرمایا قَیِّدُوا العِلْمَ بِالْکِتَابَۃِ۔ علم کو لکھ کر قابو میں رکھا کرو۔ (مستدرک حاکم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب مکہ شریف فتح ہوا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ ارشاد فرمایا۔ (بڑا معرکۃ الآرا خطبہ ہے۔ آپؐ نے اس میں بہت سے اصولی مسائل واضح فرمائے جن سے معاشرتی اصلاح کیلئے سینکڑوں طریقے مستنبط ہو سکتے ہیں۔ سنہدی)

جب آپؐ خطبہ ارشاد فرما چکے تو اہل یمن میں سے ابو شاہ نامی ایک صاحبؓ عرض گذار ہوئے کہ یا رسول اللہ! یہ مجھے لکھ دیجئے آپؐ نے فرمایا۔ اُکْتُبُوا لِاَبِیْ شَاہٍ۔ ابو شاہ کو یہ خطبہ لکھ دو۔ (ابو داود کتاب العلم۔ بخاری و مسلم)

اللہ رسول محمد

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر کے بعد خطوط لکھوا کر اور اپنی مہر جس کی طرز یہ تھی ثبت کر کے کر شاہان عالم کے نام لکھوائے تھے جن میں اپنی رسالت پر ایمان لانے کی تلقین تھی۔ اسلام کی طرف دعوت دی تھی۔ (بخاری)

ان میں سے ایک خط مقوقس والی مصر کے نام تھا جو لندن عجائب خانہ (Musem) میں موجود ہے جس میں بعینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کی وہی عبارت ہے اور اسی طرح دستخط ثبت ہیں جس طرح صحیح بخاری میں موجود ہے

(اعتصام ہفت روزہ لاہور)

اب ہمکو کوئی بتائے کہ ہم یہ تسلیم کرلیں کہ امام بخاریؒ نے روایات کے جمع کرنے میں احتیاط و دیانت سے کام نہیں لیا۔

ابوداؤد باب فی کتاب العلم میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بن عمرو قال کنت اکتب کلَّ شَیْءٍ اَسْمَعُہٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُرِیْدُ حِفْظَہٗ۔ فَنَھَتْنِیْ قُرَیْشٌ وَقَالُوْا تَکْتُبُ کُلَّ شَیْءٍ تَسْمَعُہٗ۔ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ یَتَکَلَّمُ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَا۔ فَاَمْسَکْتُ عَنِ الْکِتَابِ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ فَاَوْمَاءَ بِاِصْبَعِہٖ اِلٰی فِیْہِ فَقَالَ اُکْتُبْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا یَخْرُجُ مِنْہُ اِلَّا حَقٌّ۔ عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات بھی سنتا تھا حفظ یاد کرنے کی غرض یا محفوظ کرنے کے لئے اسے لکھ لیا کرتا تھا۔ قریش نے مجھ کو ایسا کرنے سے روکا اور کہا۔ کہ کیا تم آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی جو بات سنتے ہو لکھ لیتے ہو؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں کبھی غصہ کی حالت میں کلام فرماتے ہیں اور کبھی خوشی سے میں لکھنے سے رک گیا۔ پھر میں نے اس بات کا ذکر رسول اللہ صلعم سے

کیا۔ آپؐ نے اپنی انگلی مبارک کو مُنہ کی طرف کرتے ہوئے فرمایا
لکھ لیا کرو۔ اُس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے
اس سے حق کے سوا۔ اور کچھ نکلتا ہی نہیں۔

آپؐ کی اجازت پاکر حضرت عبداللہ بن عمرو نے پھر احادیث نبوی لکھنی شروع کر دیں اور قریبًا ایکہزار احادیث لکھیں اور اس نوٹ بک کا نام صَحِیْفَۃ صَادِقَۃ رکھا (طبقات ابن سعد)

حضرت عبداللہؓ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنی زندگی کی آرزو صرف دو چیزوں نے پیدا کر دی ہے جن میں سے ایک یہ صحیفہ صادقہ ہے اور صادقہ وہ صحیفہ ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنکر لکھا ہے۔ (دارمی ص ۶۸)

۔۔۔۔۔ اسی صحیفہ صادقہ کے متعلق ایک اور طمانیت بخش اور یقین افروز خبر پڑھتے جایئے۔ یہ صحیفہ حضرت عبداللہ مذکور کی اولاد میں محفوظ رہا اور وہ شائقین کو دکھاتے تھے۔ نیز تشنگان علم حدیث کی پیاس بجھاتے تھے۔ تابعین۔ طبع تابعین میں سے جب کوئی عاشق سنت احادیث نبویؐ دیکھنا سننا یا قلمبند کرنا چاہتا تو جہاں اور صحابہؓ کرام کی اولاد کے گھر جاتا وہاں حضرت عبداللہ کے گھر بھی تشریف لے جاتا اور ان کی اولاد یہ صحیفہ اس کے سامنے پھیلا دیتی۔ آخر جلیل

...ر ـ کثیر العلم ـ وافر الحِلم ـ خادمِ سنت ـ محسن اُمت ـ امام اہل سنت
...ت احمد بن محمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ جن کا سن ولادت ۱۶۴ھ و سنِ وفات
...ہ ہے ـ نے حضرت عبداللہ بن عمرو کے پوتوں ـ پڑپوتوں سے
...حیفہ صادقہ حاصل کر کے اپنی مشہور آفاق کتاب "مسند امام احمد بن
...ل" میں درج کر دیا ـ ہم تمام مسلمانوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ ان کو بہترین
...اعطا فرمائے ـ

"ہم منکرین حدیث حضرات سے بصد ادب پوچھنا چاہتے ہیں کہ
...کیا اب بھی تدوین حدیث یا کتابت حدیث کے متعلق ان کا
...فتویٰ رہے گا ـ کہ احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سو
...ال بعد لکھی گئیں ؟
کیا صحیفہ صادقہ والی اس مندرجہ بالا بحث نے شکوک
...شبہات دور نہیں کر دیئے ؟ مزید اطمینان حاصل کرنے کے لئے
...مسند امام احمد" کا غیر جانبدارانہ مطالعہ فرمائیں ـ"

اسی کاتب حدیث صاحب صحیفہ صادقہ
...حضرت عبداللہ بن عمرو کے متعلق حضرت ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے
...تھے ـ کہ مجھ سے زیادہ احادیث جاننے والا تمام صحابہ میں
...سے کوئی بھی نہیں تھا ـ سوائے عبداللہ بن عمرو بن عاص کے
...اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ احادیث لکھا کرتے تھے میں لکھتا نہ تھا
(بخاری کتاب العلم)

ہر قبیلہ کی طرف دیت کی کتاب لکھوا کر حضور صلے اللہ علیہ نے بھجوائی تھی ۔ (مسلم)

وصال شریف سے ایک ماہ پیشتر قبیلہ جُھَینَہ کی طرف کھال کے احکام لکھوا کر بھیجے ۔ (ابوداؤد)

اہل یمن کی - آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے احکام لکھوا کر بھیجے ۔ (فتح الباری)

آپ صلعم کی مشہور کتاب " کتاب الصدقہ " ہے جو آپ نے محصلین زکوٰۃ کے پاس بھیجنے کے لئے لکھوائی تھی جس پر آپ کے خلفائے راشدین ۔ (حضرت ابو بکر صدیق ۔ حضرت عمر فاروق حضرت عثمان ذی النورین ۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کے بعد عمل پیرا رہے ۔ (ابو داؤد)

اس کتاب الصدقہ کے آخر میں حضور صلے اللہ علیہ و کی مہر مبارک بھی لگی ہوئی تھی ۔ (بخاری)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کتاب لکھوائی فِیہِ الفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّیَّاتُ اس میں خدا کی طرف سے فرائض .

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنتوں اور دیتوں کی احادیث تھیں .

امام ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ھُوَ کِتَابٌ عَظِیمٌ

یعنی یہ کتاب کافی بڑی تھی۔ (زاد المعاد)

حضرت وائل بن حجرؓ صحابی جب حضر موت اپنے وطن واپس جانے لگے تو آپؐ نے اُن کو ایک نامہ مبارک لکھ دیا۔ جس میں نماز۔ روزہ۔ سود۔ شراب۔ اور دیگر احکام تھے (طبرانی صغیر ۲۴۲)

خلفائے راشدین اور حدیث

خُلفائے راشدین سے مراد سیدنا ابوبکر صدیقؓ سیدنا عمر فاروقؓ۔ سیدنا عثمان غنیؓ۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ ہیں جو یکے بعد دیگرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوئے یہ چاروں اسلام کے آفتاب تھے۔ ان ہی کے ذریعہ اسلام کی روشنی چاردانگ عالم میں پھیلی چاروں ائمۃ الہدیٰ تھے۔ اسلام کی اشاعت کے لئے چاروں نے ہی زبانی، مالی، جسمانی ہر طرح سے جہاد کئے۔ کتاب وسُنّت کے مطابق انتظام حکومت قائم کیا۔ عدل وانصاف کے بے مثال اور انمٹ نقوش صفحۂ ہستی پر نقش کر گئے۔ ان ہی کے بارہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذی شان ہے عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِيْنَ (ابوداؤد۔ ودیگر معتمد کتب احادیث)

اے تمام مسلمانو! تم پر ضروری ہے۔ کہ میرا طریقہ اختیار

کرو۔ اور ہدایت یافتہ اور صاحب رُشد (رشد دین) خلفاء کا طریقہ اختیار کرو۔ ساتھ ہی "خلافتِ راشدہ" کی تعیین بھی سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دی۔ فرمایا اَلْخِلَافَۃُ بَعْدِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَکُوْنُ مُلْکًا (ابوداود) میرے بعد خلافت (مراد خلافتِ نبوّت۔ خلافت علیٰ منہاج النبوت یعنی صلے اللہ علیہ سلم کے طریقہ پر نظام خلافت) تیس برس رہے گی۔ بعد ازاں بادشاہت ہو جائے گی۔ اِس حدیث رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں دیکھنے سے اظہر من الشمس ہو جاتا ہے۔ کہ اس خلافت سے مراد ان چاروں خلفائے مذکورہ بالا کی خلافت۔ نیز حضرت امام حسنؓ کی چھ ماہ کی خلافت مراد ہے۔ کیونکہ ان سب کی مدتِ خلافت پورے تیس برس بنتی ہے۔ (سب تواریخ اسلام)

اَب ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ یہ جلیل القدر خلفائے رسول صلے اللہ علیہ وسلم حدیث کو کیا مقام دیتے تھے؟ ان کو اس کی اہمیّت مسلم تھی یا نہیں؟ وہ صرف قرآن کریم کو کافی سمجھتے تھے یا قرآن کے ساتھ حدیث کا ماننا بھی ضروری خیال کرتے تھے؟

حضرت ابوبکر صدیقؓ

سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ اول خلیفۂ رسُول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل دیکھنا اور اس سے سبق حاصل کرنا ضروری ہے
حضرت ابو بکر صدیق وہ بزرگ ہیں۔ جن کا خطاب صدیق۔ علم
عتیق (نار دوزخ سے آزاد) صاحب الغار لقب ہے۔ یہی
وہ قابلِ تعریف ہستی ہیں جنہوں نے مکہ میں سب سے پہلے
مسجد تعمیر کی جبکہ کفار مسلمانوں کو کعبہ میں داخل نہیں ہونے
دیتے تھے۔ انہوں نے ہی حضرت بلال رضؓ اور حضرت عامر بن فہیرہؓ
جیسے سات قدیم الاسلام بزرگوں کو کفار کی غلامی سے نجات دلائی
تھی۔ یہی شب ہجرت کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غارِ ثور
میں تھے۔ انہیں کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں اپنے
ساتھ عریش میں ٹھہرایا تھا۔ انہی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
غزوۂ تبوک میں جبکہ سب سے زیادہ فوج کا اجتماع ہوا تھا
شانِ اعلیٰ عطا فرمایا تھا۔ انہی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرضیت حج کے بعد پہلے ہی سال امیر الحجاج مقرر فرمایا تھا۔ انہی کو
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے مرض الموت میں اپنی جگہ
امام نماز مقرر فرمایا تھا۔ یہی ہیں جن کا عشرہ مبشرہ میں پہلے
نمبر پر ذکر خیر آیا ہے۔ یہی سب سے پہلے رسول اللہ صلعم کے
خلیفہ ہوئے اور صرف انہی کو "خلیفۂ رسول اللہ" کے لقب
سے مخاطب کیا گیا۔ باقی ہر سہ خلفائے راشدین صرف
امیر المؤمنین کہلائے۔ انہی کے انتظام سے اسود عنسی

مسیلمۃ الکذاب اور طلحہ اسدی کے جھوٹے نبوت کے دعاوی برباد ہوئے (طلحہ حضرت عمرؓ کے عہد میں بعد توبہ اسلام میں داخل ہوا)

انہی کے وقت میں عراق۔ نیز شام کا کچھ حصہ فتح ہوا۔ انہی کی کوششوں سے مانعین زکوٰۃ دوبارہ فریضہ زکوٰۃ پر قائم ہوئے۔ انہی کے حکم سے قرآن پاک (حضرت عمرؓ کے مشورہ سے) صحیفۂ واحد میں لکھا گیا اور مصحف کے نام سے موسوم ہوا۔ اِن کے فضائل میں احادیث صحیحہ بکثرت وارد ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔

(رحمۃ اللعالمین جلد دوم صفحہ ۱۹۱۔ از علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب مرحوم منصور پوری)

اب ہم اس مندرجہ بالا اوصاف سے متصف خلیفۂ راشد کا طرزِ عمل سنت رسول اللہ صلعم کے بارہ میں لکھنے والے ہیں۔ ذرا خیال رہے۔

———— سب سے پہلا اور سب سے بڑا اختلاف جو اس امت میں پڑتا ہے وہ خلافت کا جھگڑا ہے سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار اور مہاجرین کا مجمع کثیر جمع ہے۔ خلیفہ کا انتخاب ہو رہا ہے۔ لوگوں کی مختلف رائیں ہیں۔

انصار مدینہ کا پر زور مطالبہ بلکہ اصرار ہے کہ امیر ہم میں سے

ہو۔ مہاجرین اس کے خلاف ہیں وہ خلافت کو اپنا حق سمجھتے
ہیں۔ تو تو۔ میں میں تک کی نوبت آجاتی ہے۔ قریب ہے
کہ باہم ناچاقی ہو جائے۔ اتنے میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْاَ
ئِمَّةُ مِنَ الْقُرَیْشِ۔ امام قریش میں سے ہوں گے۔ بس
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی اور آپؐ کی حدیث سنتے ہی
سارا اختلاف رفع ہو جاتا ہے۔ انصار اپنے دعوے سے
دست بردار ہو جاتے ہیں اور خلافت کی بیعت قریش کے
ایک عظیم المرتبت انسان حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر باوجود ان کے
انکار کے ہو جاتی ہے۔ (سب اگلی پچھلی معتبر تواریخ اسلام کتب میں)
زاں بعد اختلاف پڑتا ہے کہ سید الثقلین حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کو کس جگہ دفنائیں؟ بعض صحابہ کرامؓ نے کہا۔ آپؐ منبر
کے پاس دفن کئے جائیں اور بعض نے کہا بقیع میں۔ پس آئے
سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور کہا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ نَبِیٍّ
یُقْبَضُ اِلَّا دُفِنَ تَحْتَ مَضْجَعِہٖ۔ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے
کہ آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو وہیں قبض
کرتا ہے جہاں دفن کرنا منظور ہو۔ پس کھودی گئی قبر

www.KitaboSunnat.com

شریف اسی مقام میں جہاں آپ نے وفات پائی تھی گویا یہ حدیث پیش کرنے سے سب نے اپنی آراء واپس لے لیں اور سر تسلیم خم کر دیا۔ (موطا امام مالک۔ مَا جَاءَ فِي دَفْنِ الْمَيِّتِ)

جدہ: (دادی نانی) کے ورثہ کا مقدمہ آتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ صاف فرماتے ہیں کہ قرآن حکیم میں اس کی صراحت نہیں ہے۔ اور نہ مجھے عدالت عالیہ (حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کا کوئی فیصلہ یاد ہے۔ میں کیسے فیصلہ کر دوں؟

ظہر کے وقت آنا۔ دادی ظہر کے وقت آجاتی ہے ظہر کی نماز پڑھا کر خلیفہ رسول صلعم لوگوں سے سوال کرتا ہے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ اَعْطَاهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُدُسًا۔ دیا اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چھٹا حصہ ۱/۶ حضرت محمد بن مسلمہ بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اب صدیقؓ کا فیصلہ بھی اس کے مطابق صادر ہوتا ہے۔ یعنی چھٹا حصہ دلایا جاتا ہے۔ (کتب حدیث اہل سنت)

حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جب کوئی معاملہ پیش آتا۔ پہلے آپ قرآن مجید میں نظر دوڑاتے۔ اگر اس میں

صراحت نہ ملتی تو سُنت رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تلاش فرماتے اور جب پوری کوشش کے باوجود کتاب و سنت سے کوئی ایسی چیز نہ ملتی جس کے مطابق فیصلہ دیں تو۔ جَمَعَ رُؤُسَ النَّاسِ وَخِیَارَ ھُمْ فَاسْتَشَارَ ھُمْ فَاِذَا اجْتَمَعَ رَأیُھُمْ عَلٰی اَمْرٍ قَضٰی بِہٖ پھر قوم کے لیڈروں اور اُن کے بہترین لوگوں کو جمع کرکے اُن سے مشورہ لیتے اور جب کسی اَمر پر اُن کی آراء متفق ہو جاتیں تو اس کے مطابق وہ معاملہ کا فیصلہ صادر فرما دیتے۔ (دارمی)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک کتاب میں پانچصد احادیث رسولؐ لکھوا کر اپنے پاس رکھی تھیں۔ (تذکرۃ الحفاظ) علامہ شبلیؒ نے الفاروق میں پچاس سے ۱۴۲ احادیث روایت کی ہیں۔ بخاری مسلم و دیگر کتب حدیث میں حضرت صدیق خلیفہ اول کے حدیث سے متعلق رویہ کے اظہار کے لئے مندرجہ بالا چند روایا بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں ورنہ آپ کا دو سال تین ماہ کا دورِ خلافت ایسے فیصلوں سے بھرا پڑا ہے۔ جن کا مدار سُنت حضرت محمد رسولُ اللہ پر ہے۔

کیا ان روایات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح نہیں ہوگئی۔ کہ خلیفہ اول و دیگر صحابہؓ قرآن و حدیث دونوں پر دین کا

دارو مدار سمجھتے تھے اختلافات میں حدیث کو بھی قرآن کی طرح فیصلہ کن مانا جاتا تھا۔

ناظرین کو اب یہ بھی واضح ہو گیا ہو گا۔ کہ خلیفۂ اول کے عہد سعادت میں صحابہؓ کے اختلافات کو مٹانے کا آلہ یہی رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث مانی جاتی تھیں۔

شفا قاضی عیاضؒ جلد دوم صفحہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے قابل۔ نیز ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

اِنِّیْ اَخْشٰی اِنْ تَرَکْتُ شَیْئًا مِنْ اَمْرِہٖ اَنْ اَزِیْغَ۔

یعنی مجھے ڈر ہے۔ کہ اگر حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں سے کچھ بھی چھوڑ دوں گا تو بہک جاؤں گا صاحب عنوان النجابہ (مطبوعہ دار الکتاب العربی مصری) نے ان سے ۱۴۲ احادیث کی اطلاع دی ہے۔ (ذکر ابوبکر صدیقؓ)

حضرت عمر فاروقؓ

یہ رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ثانی ہیں اور یہ وہ خوش نصیب اور با برکات صحابیؓ ہیں جن کے لئے حضور صلعم نے خود دعا مانگی تھی۔ اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ

بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً ۔ (ابن ماجہ، جلد ۱ باب مناقب) ابو بکرؓ، عمرؓ)

اے اللہ! عمر بن خطاب کے ساتھ اسلام کو غلبہ دے یعنی وہ مسلمان ہو جائے۔ یہ دعاء بارگاہ رب العزت سے شرف قبولیت لے کر آئی اور دوسرے ہی دن حضرت عمرؓ حلقۂ بگوش اسلام ہو گئے۔

حضرت عمرؓ کے مسلمان ہو جانے کے بعد اہل اسلام کے حوصلے بڑھ گئے اور کفار نے بڑی حسرت سے کہا کہ آج مسلمانوں نے ہم سے سارا بدلہ لے لیا۔ علی الاعلان کعبہ شریف میں رسول اللہ صلعم اور آپؐ کے گرامی قدر اصحابؓ نمازیں پڑھنے لگے۔ کفار قریش مارے ڈر کے مسلمانوں کے مزاحم آنے سے رکنے لگے۔ حضرت عمرؓ نے بڑی جرأت سے رسول خدا صلعم اسلام اور مسلمانوں کی مدد کی۔ باذن رسول اللہ صلعم مدینہ شریف کی طرف ہجرت کی ہر جہاد میں رسول اللہ صلعم کے شامل حال رہے اور داد شجاعت دیتے رہے۔ کفار اور منافقین پر بڑے سخت اور مسلمانوں پر بہت حمدل تھے۔ اگر کسی مسلمان سے رسول اکرمؐ کے حکم کے ذرا سی بھی خلاف ورزی ہوتی تو اس پر منافقت کا شبہ کر کے نبی صلعم سے اسکے قتل کر دینے کا مطالبہ کرتے۔ (ایسے واقعات احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں) بلکہ ایک منافق کا آپنے سر اڑا ہی دیا تھا جس نے

رسول اللہ صلعم کے فیصلہ کو نہیں مانا تھا۔ (ابن کثیر و بیضاوی زیر تحت آیت یریدون ان یتحاکموا الآیۃ) یہی وہ باعزت مومن کامل ہیں جن کیلئے سرورِ کائنات صلعم نے فرمایا ہے۔ لَوْ کَانَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ لَکَانَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ (مشکوٰۃ) اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا عمر بن خطاب ہوتا۔ انہی کیلئے نبی کریم نے فرمایا تھا۔ کہ جنت میں ایک محل دیکھکر میں نے دریافت کیا۔ کہ یہ کس کا محل ہے کہا گیا عمر کا اس کے پہلو میں ایک عورت وضو کر رہی تھی۔ اے عمر! تیری غیرت مجھے یاد آگئی اور میں واپس آگیا۔ حضرت عمرؓ رو دیئے اور عرض کی اے رسول اللہ صلعم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا میں آپ پر غیرت کرنے لگا۔ (ابن ماجہ) انہی کو خواب میں حضور صلعم نے سیر ہو کر دودھ پی کر زائد دودھ دیا اور انہوں نے پیا۔ صحابہؓ نے تعبیر پوچھی تو نبی صلعم نے فرمایا دودھ سے مراد علم ہے (بخاری مسلم) یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں بخاری و مسلم، غرض اس قسم کی احادیث صحیحہ ان کے فضائل میں بکثرت وارد ہیں۔ ان کے عہد خلافت میں روم۔ ایران۔ شام۔ مصر مفتوح ہو کر اسلامی قلمرو میں شامل ہوئے (مسلمانوں میں) اور مسلمانوں کیلئے ان ممالک کی فتح نیز خزائن کسریٰ و قیصر کی تقسیم کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ان کے بابرکت وقت میں پوری ہوئی سینکڑوں مساجد کی تعمیر ہوئی۔ اشاعت اسلام کیلئے خاطر خواہ انتظام کے علماء و حفاظ قرآن ممالک محروسہ کے طول و عرض میں

پھیلا دیئے۔ بڑی احتیاط سے قرآن و سنت کی تعلیم کا بندوبست فرمایا۔ انتظامِ ملک کیلئے ایسے قوانین کتاب و سنت کی روشنی میں وضع کئے کہ آج تک اپنے اور بیگانے سب مستفیض ہو رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو دین میں فقیہہ بنایا بقول حضرت علیؓ ابو بکرؓ عمرؓ دونوں میرے دوست امام الہدیٰ اور شیخ الاسلام تھے (تاریخ اسلام جلد اص ۲۵۲ از اکبر شاہ)

"اس جلیل القدر خلیفہ راشد کے متعلق منکرین حدیث فرماتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں آپ کے قلم دوات طلب کرنے پر کہا تھا۔ "حَسْبُنَا کِتَابُ اللہ" ہم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے (اس سے معلوم ہوا کہ وہ سنت کے نعوذ باللہ منکر تھے۔)

" حضرت عمرؓ کے اس مقولہ پر تبصرہ ہم مولانا امین احسن صاحب اصلاحی کی طرف سے پیش کریں گے۔ آپ فرماتے ہیں "

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بیماری میں جس واقعہ کے تعلق سے حضرت عمرؓ کی یہ بات منسوب کی جاتی ہے وہ ایک اختلافی اور نزاعی واقعہ ہے۔ مولانا شبلیؒ نعمانی تو سرے سے اس واقعہ ہی کے منکر ہیں اس کے منکر تو بعض اور دوسرے محققین بھی ہیں لیکن میں نے مولانا شبلیؒ کا حوالہ دو وجہوں سے دیا ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ حضرت عمرؓ پر جیسی محققانہ کتاب انہوں نے لکھی ہے (کسی اور نے نہیں لکھی ہے) دوسری یہ کہ جیسے اس کمیشن نے دیا ہے یہاں مولانا حکومت کی طرف سے مقرر کردہ "عائلی کمیشن" کی رپورٹ پر تبصرہ فرما رہے ہیں) جن تین چار آدمیوں کو "نقادانہ" آزاد خیال "

دیتا ہے ان میں ایک مولانا شبلیؒ بھی ہیں۔ میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ جس روائیت کی بنا پر یہ حضرات، حضرت عمرؓ کو اسلام میں پہلا "نقاد اور آزاد خیال" مانتے ہیں کمحض کے ممدوح ہرے سے اس روائیت کی کوئی بنیاد ہی تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن فرض کیجئے۔ کہ حضرت عمرؓ نے یہ بات فرمائی ہے تو یہ ان کے ساتھ کہاں کا انصاف ہے کہ ان کے اس قول کو وہ معنی پہنائے جائیں جو خوارج (حضرت علیؓ کو برا کہنے والے) یا روافض (شیعہ) یا منکرین حدیث وسنت نے اس کو پہنائے ہیں اگر ایک شخص کہتا ہے۔ کہ "حَسْبُنَا اللّٰه"۔ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے تو اس سے کہاں سے نکل آیا۔ کہ وہ کتاب کی ضرورت کا قائل نہیں یا رسول اللہ صلعم کی ضرورت تسلیم نہیں کرتا ہے اسی طرح اگر کہا جائے کہ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰه۔ تو اس حدیث یا دوسرے ماخذ دین کی نفی کیسے ہوگئی؟ جس طرح لفظ اللہ کے اندر کتاب اور رسول سب شامل ہیں اسی طرح کِتَابُ اللّٰه کے اندر سنت رسول اللہ شامل ہے حضرت عمرؓ کی پوری زندگی اس بات کی شاہد ہے کہ انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں کبھی کوئی تفریق نہیں کی سنت تو درحقیقت کتاب اللہ ہی کی شرح و تفسیر ہے پھر اس کو کتاب اللہ سے الگ کس طرح کیا جا سکتا ہے؟ جس انسان (حضرت عمرؓ) نے بلا اختلاف اس امت کی سب سے زیادہ خدمت کی جو رسول اللہ کی زندگی میں بھی آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے ایک ایک نقش قدم کا متلاشی رہا۔ جس نے اپنے شاندار دورِ حکومت میں ان ساری

...ں کا عملی مظاہرہ کرایا جو رسول صلعم فرما گئے تھے۔ آخر ایسی خدمت ...ں ان حضرات کی طرف سے یہ کونسا خراج تحسین ہے کہ جب رسول ... صلعم کی وفات ہونے لگی تو اس نے سنتِ رسول کے خلاف بغاوت کا اعلان ...دیا؟ میرے نزدیک تو فاروق اعظم کی نسبت اس طرح کی بات وہی شخص کہہ ...سکتا ہے جس کے دل کے اندر ان کے خلاف نہائت گہرا عناد پوشیدہ ہو ...ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ جلد ۴۶ عدد ۶ مولانا کا مضمون ...عائلی کمشن کی رپورٹ پر تبصرہ)

...، حضرت عمرؓ کے متعلق منکرین حدیث حضرات کی طرف سے دوسری بات ...پیش کی جاتی ہے کہ وہ اپنے عہد خلافت میں صحابہ رسولؐ کو احادیث روائیت کرنے سے سختی کے ساتھ روکتے تھے بلکہ بعض دفعہ راویان حدیث کو درّہ بھی دکھاتے تھے۔ فاروق اعظمؓ کے اس طرز عمل سے صاف طور پر یہ ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ وہ احادیث کا دین میں وہ درجہ ہرگز نہیں سمجھتے تھے جو آج کل سمجھا جا رہا ہے اور ملّا کی طرف سے بجبر منوایا جا رہا ہے۔

ان حضرات نے حضرت عمرؓ جیسے فقیہہ عالم دین پر یہ بے بنیاد الزام لگانے سے پہلے افسوس ہے۔ کہ غور نہیں کیا۔ اگر غور فرماتے تو یقیناً انہیں معلوم ہو جاتا۔ کہ حضرت عمرؓ نے احادیث کو روائیت کرنے سے کبھی نہیں روکا۔ ہاں روائیت حدیث کے بارے میں سخت احتیاط شروع کی۔ اس ڈر سے کہ صحابہؓ آنحضرت صلعم سے روائیت

کرنے میں غلطی نہ کریں صحابہؓ کو حکم دیتے تھے کہ رسول اللہ صلعم سے کم روایت کریں۔ (تذکرۃ الحفاظ حالات حضرت عمرؓ) یہ آپ کو کہیں لکھے بھی نہیں ملیگا۔ کہ حضرت عمرؓ نے بالکل حدیث روایت کرنے سے روک دیا تھا بطور مثال ہم ایک دو واقعات بیان کرتے ہیں تاکہ روایت حدیث کے بارہ میں حضرت عمرؓ کے احتیاط کرنیکا مقصد قارئین کرام کی سمجھ میں آجائے۔

ا۔ ایک دفعہ ایک مسئلہ پیش آیا تو حضرت عمرؓ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا مغیرہؓ نے اس کے متعلق ایک حدیث روایت کی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو اور کوئی گواہ لاؤ۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ نے تصدیق کی تو حضرت عمرؓ نے تسلیم کیا۔

(ب)۔ اسی طرح حضرت عباسؓ کے مقدمہ میں ایک حدیث پیش کیگئی تو حضرت عمرؓ نے تائیدی شہادت طلب کی اور جب بہت سے لوگوں نے شہادت دی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھ کو تمہاری نسبت بد گمانی نہ تھی۔ لیکن میں نے حدیث کی نسبت اپنا اطمینان کرنا چاہا۔

نوٹ: یہ دونوں مندرجہ بالا واقعات تذکرۃ الحفاظ میں سے حضرت عمرؓ کے حالات میں سے لیگئی ہیں۔ نگاہ میں رکھئے۔ کہ تذکرۃ الحفاظ حضرت علامہ ذہبی جیسے محدث دوران کی تصنیف ہے جو حافظ ابن حجر جیسے بلند پایہ اور متبحر عالم اور محدث کے شیخ الشیوخ ہیں۔

ج) ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعری حضرت عمرؓ سے ملنے آئے

ز تین دفعہ استیذان (اذن چاہا) کے طور پر کہا۔ کہ "السلام علیکم"
ابوموسیٰ حاضر ہے (اندر آنے کی اجازت طلب کرتا ہے) حضرت عمرؓ
اس وقت کسی کام میں مصروف تھے اسلئے متوجہ نہ ہوسکے کام سے
فارغ ہو چکے تو فرمایا ابوموسیٰ کہاں ہے وہ آئے تو کہا تم کیوں واپس
گئے؟ انہوں نے کہا۔ کہ میں نے رسول صلعم سے سنا ہے کہ تین دفعہ
اذن مانگو۔ اگر اسپر بھی اجازت نہ ملے تو واپس چلے جاؤ۔ حضرت عمرؓ
نے فرمایا اس روایت کا ثبوت دو ورنہ میں تم کو سزا دونگا۔ ابوموسیٰ
اشعری صحابہؓ کے پاس گئے اور صورت حال بیان کی۔ چنانچہ ابو
سعید خدریؓ نے آکر شہادت دی کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے
یہ حدیث سنی ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے کہا۔ کہ عمرؓ! تم رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کو عذاب دینا چاہتے ہو؟ فرمایا۔ کہ
میں نے ایک روایت سنی اور اس کی تصدیق کرنی چاہی (یہ واقعہ تفصیل
کے ساتھ صحیح مسلم باب الاستیذان (اذن چاہنا) میں متعدد طرق سے
مروی ہے)

اس قسم کی اور روایات بھی حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں
ملتی ہیں جنکو ہم مضمون لمبا ہوجانے کے خوف سے چھوڑتے ہیں ایسی روایات
صاف طور پر بتاتی ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ منکر حدیث نہ تھے نہ انہوں نے
انکار حدیث کی بنا پر روایت کرنے سے روکا تھا۔ بلکہ حضرت عمرؓ کا
مقصد یہ تھا۔ کہ حضورؐ کی احادیث اچھی طرح ضبط کرکے نہایت

www.KItaboSunnat.com

احتیاط سے روایت کی جائیں اور وہ ہر قسم کے احتمالات سے بیداع ہوں جو حضرات تاریخ اسلام خصوصاً تاریخ خلافت راشدہ سے واقف ہیں اُن پر یہ بات مخفی نہیں کہ حضرت عمرؓ اپنے ہر خطبہ اور تقریر کو احادیث رسولؐ سے مزین فرماتے تھے جھگڑوں کے فیصلے بھی قرآن اور حدیث دونوں کے مطابق فرماتے تھے جب آپؓ عیسائیوں کی خواہش پر امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن جراح (یکے از عشرہ مبشرہ) امیر لشکر اسلام کے بلانے پر بیت المقدس تشریف لیگئے وہاں آپ نے جو خطبہ جمعہ دیا اس میں احادیث رسولؐ کثرت سے بیان فرمائیں۔ بات بات پر فرماتے تھے۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے آپؓ کے خطبے اور تقاریر کتب تاریخ اسلام میں موجود ہیں وہاں سے دیکھکر اطمینان حاصل کر لیجئے گا۔ امام ابو محمد علی بن احمد بن حزم ظاہری المتوفی ۴۵۶ھ نے تو مکثرین فی الروایت میں حضرت عمر فاروق کا نام بھی گنایا ہے لکھا ہے۔ کہ آپؓ سے ۵۳۷ احادیث مروی ہیں" (رحمۃ للعالمین جلد ۲ علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری صفحہ ۲ حاشیہ) بتائیے ذرا کہ ۵۳۷ احادیث رسولؐ روایت کر نیوالا خود حدیث کی شرعی حیثیت کا منکر تھا۔؟ نعوذ باللہ من ذالک" علاوہ ازیں صحاح ستہ میں بھی حضرت عمر سے احادیث مروی ملتی ہیں۔ صاحب عنوان النجابہ نے حضرت عمرؓ سے ۵۳۹ احادیث لکھی ہیں۔

(د) آیئے عہد فاروقی کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمایئے ان کے عہد

خلافت میں ایک سال شام۔ مصر۔ عراق میں طاعون کی سخت وبا پھیل گئی حضرت عمرؓ لشکر تدبیر و انتظام کیلئے خود روانہ ہوئے ایک مقام سرغ پر پہنچے تو بیماری کی شدت اختیار کر جانے کی اطلاع موصول ہوئی۔ بعض صحابہؓ نے مشورہ دیا کہ یہیں واپس ہو جانا چاہیئے آگے نہیں بڑھنا چاہیئے کسی نے رائے دی کہ وہاں حضرت عمرؓ کا پہنچنا ضروری ہے۔ غرض مشورہ میں اختلاف رائے ہو جاتا ہے اور کسی فیصلہ کن امر تک نہیں پہنچ سکتے۔ بالآخر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ آتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم سے سنا ہے اس شہر میں نہ جاؤ جہاں طاعون ہے اور جس شہر میں تم ہو اور طاعون آجائے تو وہاں سے بھاگو بھی مت (بخاری) بس سب کی گردنیں جھک جاتی ہیں سارا اختلاف دور ہو جاتا ہے اور حضرت عمرؓ وہاں سے واپس آجاتے ہیں۔ کیا حدیث رسول یہ سے یقینی کا مظاہرہ ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ

امیرالمؤمنین حضرت عثمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے خلیفہ ہیں۔ ان کی نانی ام حکیم بیضاء ہیں جو نبی کریمؐ کی پھوپھی ہیں۔ اُن دس میں سے ہیں جن کو نبی نے بشارت جنت نام بنام دی تھی۔ نیز اُن چھ میں سے ہیں جن کو عمرؓ فاروقؓ نے

اپنی وصیت میں شایانِ خلافت بتلایا تھا۔ صلح حدیبیہ کیوقت بیعت الرضوان (جس کا منتہم بالشان ذکر قرآن کریم سورہ فتح میں ہے)، کا وقوع اسی لئے ہوا۔ کہ نبی کریمؐ کو اطلاع ملی کہ قریش نے حضورؐ کے سفیر حضرت عثمانؓ کے ساتھ بدسلوکی کی تھی۔ اس بیعت میں رسول صلعم نے اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ بنا کر ان کیطرف سے بیعت قبول فرمائی تھی۔ اس نظارہ کو دیکھکر بے اختیار ایک صحابی پکار اُٹھا۔ کہ "عثمان کیلئے نبی کا ہاتھ اس کے اپنے ہاتھ سے بہتر ہے" حضرت عثمانؓ نہایت فیاض تھے اور جہاد بالمال میں سب صحابہؓ سے پیش پیش رہتے تھے۔

مدینہ میں بیٔر رومہ کا نصف بارہ[۱۲] ہزار میں پھر باقی نصف اٹھارہ[۱۸] ہزار درم میں لیکر مسلمانوں کیلئے آب شیریں کا ایک چاہ وقف کیا تھا غزوہ تبوک میں ساڑھے نوسو اونٹ اور پچاس گھوڑے۔ مع سازو سامان دیئے تھے۔ ایک ہزار دینار نقد چندہ اس کے علاوہ تھا۔ اسی موقعہ پر حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا۔ مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِہٖ (مشکوٰۃ باب مناقب عثمانؓ) آج کے بعد عثمان غنیؓ کو عمل کرنے کی بھی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا ہے غزوہ خیبر میں وہ کیمپ افسر تھے رسول صلعم کی دو صاحبزادیاں سیدہ رقیہؓ و سیدہ ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں رہیں اسی لئے ان کو ذی النورین (دو نوروں والا) بھی کہا جاتا ہے

شرف دنبیؐ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے کسی کے نکاح میں رہنے کا
شرف) آسمان کے چھت کے نیچے سوائے حضرت عثمان غنیؓ کے
اور کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ صفت حیا سے خاص طور پر متصف
تھے۔ حضور صلعم نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ عثمان سے تو فرشتے بھی
حیا کرتے ہیں کبھی نے کبھی حضرت عثمان کو برہنہ نہیں دیکھا اسی
سال کی عمر میں مصر کے باغی قبائل نے آپؓ کو بے رحمانہ شہید کر دیا
جب انکی خبر شہادت حضرت علی مرتضیٰؓ کو پہنچی تو انھوں نے فرمایا
تَبًّا لَکُمْ آخِرَ الدَّهْرِ (اب تمہیر ہمیشہ تباہی رہے گی)
(رحمۃ اللعالمین جلد ۲ از علامہ قاضی محمد سلیمانؒ صاحب منصور پوری) ص ۱۲۵
حضرت علی المرتضیٰؓ ہی کا ارشاد ہے مَنْ تَبَرَّأَ مِنْ دِیْنِ
عُثْمَانَ فَقَدْ تَبَرَّأَ مِنَ الْاِیْمَانِ - جو کوئی عثمان کے دین
سے بیزار ہے وہ ایمان ہی بیزار ہے (الاستیعاب از ابن عبدالبرؒ)

اس رفیع الشان

خلیفۂ راشد کے نزدیک بھی سنت
و حدیث دین میں حجت تھی یہ مسجد
نبویؐ کو وسیع اور پختہ کر نیوالے اور قریبًا تمام مسلمانوں کو قرآن کریم
کی ایک قرأت پر جمع کر کے امت محمدیہ پر گراں قدر احسان کرنے والے
ہیں۔ قرآن کریم کی اشاعت کا ان کو بے حد شوق تھا اور ساتھ ہی سنت
رسول اللہ صلعم سے بھی غافل نہ تھے سب محدثین اور مؤرخین کرام
کا اس بات پر قریبًا اتفاق ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ بڑی احتیاط سے

اور حافظہ پر پورا زور دیکر حدیث نبوی بیان فرماتے تھے ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ ہیں وہی الفاظ بولوں جو رسول اللہ صلعم کے تھے یہی وجہ ہے کہ ان سے کم احادیث مروی ہیں جیسے کتب حدیث میں ان سے حدیث کا ذکر آتا ہے قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کرنیوالے بلیشمار تابعین ان کے شاگرد ہیں۔ جن میں حضرت عبدالرحمٰن سلمیؒ بہت مشہور ہیں۔ صحیحین (بخاری ومسلم) ودیگر کتب حدیث پر پورا غور کرنے سے مجھے ایک سو چھیالیس[۱۴۶] احادیث ملی ہیں جو حضرت عثمان غنیؓ نے روایت فرمائی ہیں۔ حضرت زید بن خالد جھنی۔ عبداللہ بن زبیر۔ سائب بن یزید رضی اللہ عنہم صحابہ کرام اُن سے روایت کرتے ہیں اور تابعین رحمہم اللہ سے خلق کثیر ان سے روایت کرتی ہے۔ جن میں ابان بن عثمانؓ عبداللہ بن عدی اور حمران کا ذکر کثرت سے آتا ہے۔

اب ہی حضرت عثمان غنی کا عہد خلافت ہے۔ اعلان ہو گیا ہے کہ حج میں تمتع کوئی نہ کرے۔ مولانا وسیدنا حضرت علی المرتضیٰ اور ان کے ساتھ صحابہ کی ایک بڑی جماعت کھڑی ہو جاتی ہے اور سامنے آکر کہتی ہے امیرالمومنین! ہم نے آنحضرت صلعم کے ساتھ تمتّع کیا آپ کیوں منع کر رہے ہیں؟ گواہ رہو ہم سب تمتع کرتے ہیں۔ (نسائی) بابہ شفا قاضی عیاض میں ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ لَمْ اَکُنْ اَدَعُ

سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِ اَحَدٍ مِنَ النَّاسِ ۔ یعنی ناممکن ہے کہ ہم کسی کے کہنے سے سُنّت رسول اللہ صلعم چھوڑ دیں۔

* حدیث رسولؐ سنتا تھا۔ کہ خلیفہ ثالثؓ نے اپنا حکم واپس لے لیا۔ اس کے علاوہ بہت سے اور واقعات بھی کتب حدیث و تاریخ میں ملتے ہیں۔ جن میں حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن و سنت کے مطابق فیصلے دیئے۔ آپؓ کی حد سے زیادہ نرمی اور رحمدلی کے باعث اکثر لوگ جب آپؓ کے طریق کار پر اعتراض کرتے تھے۔ تو آپؓ ہمیشہ اپنے فعل کے جواز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پیش فرماتے تھے سب صحابہؓ تصدیق کرتے تھے۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر میں اپنے اقربا کی مدد کرتا ہوں تو اپنی گرہ سے کرتا ہوں۔ رسول کریمؐ کے فرمان کے مطابق کرتا ہوں۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ اپنے قریبیوں سے اچھا سلوک رکھو"

حضرت علی المرتضیٰؓ

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلعم کے چوتھے خلیفہ ہیں۔ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ اس وقت عمر مبارک آٹھ سال کی تھی آپؓ کے شاندار کارنامے

اسے شب ہجرت ۔ بدر ۔ احد ۔ خندق ۔ صلح حدیبیہ ۔ خیبر حنین کے واقعات میں نہایت مشہور ہیں۔ شجاعت اور فضل قضایا میں بین الاماثل ممتاز تھے سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کے خاوند اور امام حسن و حسین علیہما السلام کے والد بزرگوار ہیں۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ ہوئے یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ رسول اللہ صلعم کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے۔ آنحضرت صلعم نے ان کو یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو انہوں نے عرض کی۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تُرْسِلُنِیْ وَ اَنَا حَدِیْثُ السِّنِّ وَلَا عِلْمَ لِیْ بِالْقَضَاءِ ۔ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ سَیَھْدِیْ قَلْبَكَ وَ یُثَبِّتُ لِسَانَكَ (ابوداؤد کتاب الاقضیہ) اے اللہ کے رسولؐ! آپ مجھے بھیج رہے ہیں حالانکہ میں نوعمر ہوں اور مجھے علم قضا سے بھی کچھ بہرہ نہیں آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے دل کو ہدایت کریگا اور تیری زبان کو درست و ثابت رکھیگا۔

حضور صلعم کی اس پیشگوئی کا ہی نتیجہ تھا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایسے درست فیصلہ دیتے تھے ان سے زیادہ روشن دل و دماغ والا قاضی نہ ہوا نہ ہوگا مشکل سے مشکل مسئلہ جھٹ حل کر دیتے تھے اپنے سے پہلے خلفائے ثلاثہ کے وزیر و مشیر تھے ۔ انکو دیانتدارانہ مشورہ دیتے رہے اور وہ

خلفائے بھی آپؓ کے ہی مشورہ پر زیادہ تر عمل کرتے تھے۔ بلکہ فاروق اعظم کے عہد خلافت میں تو ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ ایک طرف سب صحابہؓ کچھ مشورہ دے رہے ہیں اور دوسری طرف اکیلے ابو تراب حضرت علیؓ کچھ اور مشورہ دے رہے ہیں حضرت عمرؓ سب کے مشورہ کو نظرانداز فرما کر حضرت علیؓ کے مشورہ پر عمل کر رہے ہیں اگر میں حضرت علیؓ کے مشوروں اور حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ان پر عمل پیرا ہونے کا ذکر تفصیل سے کروں تو خطرہ ہے کہ اس کیلئے علیحدہ کا غذوں کا دفتر درکار ہوگا۔

مختصر یہ کہ حضرت عمرؓ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ خدا ایسا وقت نہ دکھائے۔ کہ ہم کو کوئی مشکل پیش آجائے اور حضرت علیؓ ہم میں نہ موجود ہوں حضرت علیؓ اس امت کے اول درجہ کے فقیہ ہیں۔ صحابہ کرامؓ اکثر مسائل میں ان کی طرف رجوع فرماتے تھے۔ جب شہید ہوئے تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا افسوس! آج سنت کا سب سے بڑا عالم ہم سے جدا ہوگیا (رحمتہ اللعالمین جلد ۲) حضرت رسول اکرمؐ نے ایک مجمع کثیر میں فرمایا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ۔ یعنی جو شخص مجھے دوست رکھتا ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ

وہ علی کو بھی دوست رکھے اے اللہ جو علی کو دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ (مشکوٰۃ و باب مناقب علی)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلعم نے اطلاع دی ہے کہ میرے ساتھ ایماندار دوستی رکھیگا اور منافق بغض (مشکوٰۃ باب ایضاً) خیبر کے موقعہ پر ایک قلعہ فتح ہونے میں نہیں آتا تھا۔ آخر ایک دن حضور صلعم نے فرمایا۔

لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْہِ۔ کل میں ایسے شخص کے حوالہ جھنڈا کرونگا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبّت رکھتے ہیں اس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دیگا۔ چنانچہ اگلے دن حضرت علی المرتضیٰؓ کو جھنڈا اعطا فرمایا گیا (کتب حدیث) اس حدیث نبویؐ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علیؓ محب و محبوب خدا و رسول ہیں

اس عظیم المرتبت اور مقبول خدا و رسولؐ ہستی کے نزدیک بھی حدیث رسولؐ بہت زیادہ اہمیت رکھتی تھی اور وہ اس کو قرآن کی مانند واجب الاتباع مانتے تھے

سنت کے صحاح ستہ میں ان سے اکثر احادیث منقول ہیں۔
ان کا حافظہ غضب کا تھا۔ حدیث کو بڑی عزت اور محبت سے
بیان فرماتے تھے امام المحدثین حضرت محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ
نے اپنی صحیح میں بیان فرمایا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کے پاس بھی احادیث کی ایک کتاب (صحیفہ) تھی آپؓ نے اس کو لوگوں کی
درخواست پر دکھایا (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۸۴ و صفحہ ۱۰۲۱)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ۔۔۔ احادیث کا شمار پانچ
سو چھیاسی تک پہنچتا ہے (رحمۃ للعالمین جلد ۲ صفحہ ۳ از مولانا قاضی محمد سلیمانؒ
صاحب منصور پوری) حضرت علیؓ نے ایک دفعہ اپنے لشکر میں جس میں دوسرے
فرق کے بھی کچھ آدمی بیٹھے ہوئے تھے بڑی زبردست تقریر کی
حمد و ثنا کے بعد آنحضرت صلعم کے مبعوث ہونے کا ذکر کیا پھر خلافت
شیخین (حضرت ابوبکر۔ عمرؓ فاروق اور ان کے خصائل پسندیدہ
کا ذکر کر کے فرمایا۔ کہ ہم نے ان دونوں کو اپنے فرائض عمدگی سے ادا
کرتے ہوئے پایا۔ بعد ازاں حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کا ذکر کیا بس
کے بعد اپنی بیعت خلافت کا آخر پر فرمایا معاویہؓ نے میری مخالفت
کی حالانکہ وہ میری طرح سابق بالاسلام نہیں مجھ کو تعجب ہے۔ کہ
تم لوگ کس طرح اس کے مطیع ہو گئے حالانکہ میں کتاب و سنت اور
ارکان دین کی طرف بلاتا ہوں۔ احیاء الحق اور ابطال باطل کی
کوشش کرتا ہوں (تاریخ جلد ۱ باب ۹ صفحہ ۳۰۰ مورخ اسلام حضرت
اسلام

اکبر شاہ نجیب آبادی)

حضرت علیؓ کی اس تقریر مندرجہ بالا میں الفاظ کتاب وسنت غور طلب ہیں۔ یہاں آپؓ نے صرف کتاب اللہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا ہے کہ میں کتاب وسنت (قرآن وحدیث) دونوں کی طرف بلاتا ہوں۔

خلیفۂ رسول اللہ۔ امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان جنگ صفین کے بعد جو صلحنامہ مرتب کرنے کے لئے اقرارنامہ کی تحریر ہوئی ہے اس میں فریقین کے ہر دو پنچوں یعنی حضرت ابو موسیٰؓ عبداللہ بن قیس اشعری (جو حضرت علیؓ کی طرف سے پنچ تھے) اور عمرو بن عاص (جو حضرت معاویہؓ کی طرف سے تھے) کو پابند کیا گیا تھا۔ اَنْ یَّقْضِیَا بِمَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ وَمَا لَمْ یَجِدَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ قَضِیَا بِمَا یَجِدَانِ فِی السُّنَّۃِ (ابن تیمیہ) یعنی یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ دیں گے اور اگر کتاب اللہ میں نہ پائیں گے تو سنت رسول اللہ صلعم کے مطابق فیصلہ دیں گے۔

حضرت العلامہ مؤرخ الاسلام مولانا اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی اپنی تاریخ اسلام جلد ۱ صفحہ ۔۔۔ پر تمام معتبر تواریخ اسلامیہ کے حوالہ سے رقمطراز ہیں۔

"دونوں پنچ جو مقرر ہوئے ہیں ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن

میں ہیں یہ وہ ہے تو جو کچھ کتاب اللہ میں پائیں گے اسی کے موافق فیصلہ کریں گے اور اگر کتاب اللہ میں نہیں پائیں گے تو سنت عادلہ جامعہ غیر متکلف فیھا پر عمل کریں گے " خیال رہے کہ یہ اقرار نامہ حضرت علیؓ کی موجودگی میں آپؓ کی اجازت سے لکھا گیا تھا۔

عبارت مختصر یہ مندرجہ بالا نقشہ اب قارئین کرام کے سامنے ہے جو آپ کو صاف صاف بتلا رہا ہے کہ چاروں خلفاء رسولؐ حدیث رسولؐ کو حجت مانتے تھے اختلافات ہوتے تھے باہمدگر بحثیں ہوتی تھیں آخر فیصلے قرآن و حدیث سے ہوتے تھے اور حدیث آئی اور خلیفہ اور مسلمان سب خاموش ہو گئے چاروں ہی خلیفہ حدیث کو بڑی وقعت اور اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے تھے یہ وقعت و اہمیت حدیث کل کے کل صحابہ تابعین تبع تابعین محدثین و فقہا میں برابر مسلّم رہی خیر القرون میں حدیث کی حجیت کو برابر مانا جاتا رہا اب آئے ہیں چودھویں صدی ہجری میں یہ منکرین حدیث کہیں ہمیں سنت رسول اللہ صلعم سے متنفر کرنے معرض کرتے اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوئی تو یہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے

اور دیکھو حضرت انسؓ بن مالک (جنکی روایات تمام صحابہؓ میں تیسرے درجہ پر ہیں) اپنے دونو بیٹوں نضر اور موسیٰ کو فرمایا کرتے تھے کہ نبی اکرم صلعم کی احادیث مع سند

لکھا کرو۔ (شرف اصحاب الحدیث للخطیب بغدادی) اسی طرح تابعین کرام رحمہم اللہ نے اصحاب رسول ؐ سے احادیث سنکر یا ان کے لکھے ہوئے دفاتر احادیث سے نقل کرکے اپنے پاس محفوظ رکھی تھیں یاد رہے تابعی اُس کو کہتے ہیں جس نے صحابہؓ کرام کا زمانہ پایا ہو اور رسول صلعم کی زیارت سے مشرف نہ ہوا ہو۔ ان میں سے ایک "ہمام بن منبہ" ہیں یہ صاحبؒ حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد رشید تھے۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے احادیث لکھی تھیں ان کی روایتوں کا کچھ مجموعہ تیار کیا تھا جو "صحیفۂ ہمام" کے نام سے احادیث میں مشہور ہیں وہ صحیفہ مسلمانوں میں متواتر جاری رہا۔ اس پر اکثر محدثین کی مہریں لگی ہوئی تھیں ائمۃ المحدثینؒ نے ذخیرۂ احادیث کو جو منتشر تھا (متفرق احادیث کسی ایک نے اپنے پاس لکھ رکھی تھیں۔ دو تین کسی اور نے دس کسی کے پاس بیس کسی اور کے پاس) یکجا کرکے کتابوں کی شکل میں مرتب کرنے کے لئے جو کوششیں کی تھیں وہ کسی صاحب علم پر پوشیدہ نہیں ہیں۔ محدثین کرام اس "صحیفۂ ہمام" سے بھی احادیث نقل کیا کرتے تھے۔ امام احمدؒ بن حنبل نے بالخصوص اپنی مسند جلد ۲ ص ۳۱۲ تا ص ۳۱۸ اسی صحیفۂ ہمام سے نقل کیا ہے بشیر بن منہیک۔ سعید بن جبیر۔ نافع۔ عبدالرحمٰن بن عبد اللہ بن مسعود۔ امام شعبی۔ قتادہ۔ شعبہ۔ عطا بن ابی رباح۔ مجاہد

عکرمہ۔ امام ابن شہاب زہری۔ عمرو بن دینار بہت ہی مشہور تابعین ہیں اور خدام حدیث گذرے ہیں۔ ان تابعین کرام نے بڑے شوق۔ انہماک اور توجہ سے صحابہؓ کرام سے ارشادات رسولؐ معلوم و حاصل کئے اور پھر اپنا سارا علم کتاب و سنت تبع تابعینؒ کی طرف منتقل کر دیا۔ یاد رہے تبع تابعین اُن کو کہتے ہیں جنہوں نے تابعین (صحابہؓ کو دیکھنے والے) کو دیکھا ہو اور صحابہؓ کرام کی زیارت نصیب نہ ہوئی ہو۔

تبع تابعین سے آگے ان کے شاگردوں نے یہ علم حاصل کیا اور عالم اسلام کے شرق و غرب قَالَ اللّٰہ وَ قَالَ الرَّسُوْل سے گونج اٹھے اسی سے قریب زمانے میں امام بخاری امام مسلم۔ امام ابوداؤد۔ امام نسائی۔ امام ابن ماجہ۔ امام ترمذی پیدا ہو چکے تھے انہوں نے جوان ہو کر بڑی کوشش و ہمت سے علمائے قرآن و حدیث سے یہ علم حاصل کیا۔ اور احادیث رسول اللہ صلعم کو کتابوں کی شکل میں جمع کر دینے کی ٹھانی اور اس سلسلہ میں وہ وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ کہ ان کے اسمائے گرامی جریدۂ عالم پر ثبت ہو سکئے اور انشاءاللہ تا قیام قیامت انکو حیات جاوید حاصل رہے گی۔ ان محدثین مندرجہ صدر نے انہی ناموں پر احادیث کی چھ کتابیں مرتب فرمائی ہیں جن کے نام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ترمذی ہیں۔

انہی کو "صحاح ستّہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ "موطا امام مالک" ان سب سے پرانا مجموعہ احادیث رسول و آثار صحابہؓ ہے سند احادیث و آثار "موطا امام مالک" کے ایک ہزار ستائیس ہیں اس کتاب "موطا امام مالک" کے جمع کرنیوالے اور بنانیوالے امام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر اصبحی ہیں اور ابی عامر اصبحی پردادا ان کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ سوا جنگ بدر کے اور سب غزوات میں آنحضرت صلعم کے ہمراہ تھے۔

امام مالکؒ کی ولادت ۹۳ھ میں ہوئی ستاسی برس کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت امام مالکؒ نے نو سو شیوخ (اساتذہ) سے استفادۂ حدیث فرمایا سالہا سال ہرکسوئی پر پرکھ کر اپنی جمع کردہ احادیثِ نبویؐ سے انتخاب فرماکر یہ کتاب "موطا" مرتب فرمائی۔

غرض صحاح ستّہ و موطا کو اٹھا کر دیکھیں کس خوبی سے حدیث کو اپنے سے یوں شروع کرتے ہیں "میں نے یہ حدیث فلاں سے سنی۔ اُنہوں نے آگے فلاں سے سنی۔ اُنہوں نے آگے فلاں سے اُنہوں نے فلاں صحابیؓ سے اور اس صحابی نے رسول اللہ صلعم سے یہ سُنا یہ آپؐ کو کرتے دیکھا یا آپؐ کے سامنے یہ بات ہوئی اور آپؐ نے اُسے منشائے شریعت کے مطابق پاکر خاموشی اختیار فرمائی۔ گویا محدثین حدیث کو اپنے سے شروع کرکے سلسلہ وار

باسند فرماتے فرماتے رسول اللہ صلعم تک پہنچا دیتے ہیں۔ کس قدر اندھیر ہے کہ اس طرح باسند بیان کردہ احادیث کا انکار ہو رہا ہے۔ اور تاریخی روایات پر یقین کیا جا رہا ہے اگر کہا جائے کہ ٹوڈرمل اکبر کا وزیر مال تھا۔ رام چندر جی کو بن باس دیا گیا سکندر یونانی فیلقوس شاہ مقدونیہ (یونان) کا بیٹا تھا تو یہ حضرات فوراً تسلیم کر لیتے ہیں حالانکہ وہاں تک بات پہنچانے والے راوی در راوی ہرگز پائے نہیں جاتے۔ کون ہے جو اپنے سے بات شروع کرے اور کہے۔ کہ میں نے فلاں سے سنا۔ اس نے فلاں سے بیان کیا۔ . . تا آنکہ فلاں نے فلاں سے بیان کیا۔ کہ سکندر فیلقوس کا بیٹا تھا۔

حضرات! منکرین حدیث کو کس طرح سمجھایا جائے۔ کہ اگر احادیث کا انکار کر دیا جائے تو پھر کون یقین دلا سکتا ہے۔ کہ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان۔ حضرت علی رضوان اللہ علیہم کے نام کوئی بزرگ اصحابؓ گذرے ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم میں ان کے نام تو آئے نہیں۔ بہرحال روایات کے ذریعہ ان کے اسمائے گرامی نیز ان کے حالات زندگی ہم تک پہنچے ہیں۔

غیرمسلم حضرات تو انگشت بدنداں ہیں کہ مسلمانوں نے جیسے اپنے امام مقتداء ہادی کامل پیغمبر اسلام صلعم کے حالات زندگی اقوال و افعال جمع و محفوظ کئے ہیں۔ کسی اور امت نے اپنے پیغمبر کے متعلق

دیا عظیم الشان کام سرانجام نہیں دیا ائمۃ المسلمین نے صرف رسول اللہ صلعم کی احادیث ہی جمع نہیں فرمائیں بلکہ ان احادیث کے روایت کرنے والوں کے حالات زندگی بھی تحریر کئے " رجال " کی کتب ملاحظہ فرمایئے ہر ہر راوی کے متعلق اس کی ولادت و زندگی علم و فضل ثقہ اور غیر ثقہ ہونا حافظہ کا قوی یا کمزور ہونا۔ اس کا ذریعہ معاش صادق القول ہونا یا کاذب ہونا سب کچھ بیان فرمایا اور اسلام کی گرانقدر خدمت سرانجام دی ہے۔ اس طرح ماضی کے کئی ہزار انسانوں کی تاریخ ہمارے سامنے آجاتی ہے اور دل مومن پر ایک خاص ... ہوتا ہے کہ " رجال " کی کتابیں لکھنے والوں نے اپنی محنت و کاوش بے مقصد نہیں کی ہے دور دراز کے کٹھن سفر بے فائدہ اختیار نہیں فرمائے تھے یقیناً یہ سب کچھ اس جذبۂ صادق کے تحت ... میں آیا۔ کہ خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پوری چھان بین کے بعد مسلمانوں تک پہنچیں۔ ان ہی کوششوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ہمارے اس یقین میں اضافہ ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب رسول صلعم کی سنت کی حفاظت کا کام محدثین سے لیا۔ اگر سنّت کی حفاظت نہ کی جاتی تو یہ عجیب بات ہوتی۔ کہ قرآن کی حفاظت تو ہو جائے۔ لیکن تفسیر قرآن (حدیث) کی حفاظت نہ ہونے پائے حدیث کی حفاظت کے بغیر قرآن کی حفاظت کا کوئی مطلب ہی نہیں رہ جاتا۔

ایک زبردست انتباہ

چونکہ صحابہؓ کرام کی باکمال جماعت تابعین تبع تابعین محدثین رحمتہ اللہ علیہ اجمعین کے گروہ صالحین کے کانوں میں ختم المرسلین صلعم کے یہ الفاظ ہر وقت گونجتے رہتے تھے۔ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ۔ (ابوداؤد) (دیگر کتب حدیث)

جس نے دانستہ غلط حدیث میری طرف منسوب کی۔ اس نے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالیا۔ لہٰذا انہوں نے نہایت دیانتداری و احتیاط سے رسولؐ کریم کی احادیث روایت کیں حدیث رسولؐ کو بیان کرتے وقت بعض صحابہ کرامؓ کے رنگ اڑجاتے تھے اور وہ حافظہ کی پختگی کے باوجود کہاکرتے تھے رسول اللہ صلعم نے یہ الفاظ فرمائے تھے یا ان کے مشابہ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ راویوں کو خوب جانچتے تھے اور ہمیشہ ثقہ سے روایت کرتے تھے۔ نو سو شیوخ حدیث سے استفادۂ حدیث کرنے کے باوجود اُس وقت تک فتویٰ نہ دیا جبتک کہ ستر اماماں حدیثؒ نے گواہی نہ دی کہ وہ اب افتاء کے لائق ہیں۔ (مقدمہ "موطا" مترجم از علامہ وحید الزمانؒ) ولادت ۱۹۴ھ وفات ۲۵۶ھ عمر ۶۲ سال پائی۔

امام بخاریؒ نے سولہ سال میں "بخاری شریف" مکمل فرمائی ہر حدیث درج فرمانے سے پہلے دو رکعت نفل ادا کرکے بارگاہ

ربُّ العزت میں دعا مانگتے تھے۔

حاصل کلام یہ کہ صحابہ کرامؓ نے آنحضور صلعم سے قرآن کے الفاظ کے ساتھ ساتھ معانی بھی معلوم کئے تھے اور علم و عمل کا وہ تمام حصہ حاصل کیا اور تابعین سے اتباع تابعین نے اور وہ دین جس کے اکمل ہونے کا اعلان اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں فرمایا تھا وہ قرآن اور احادیث میں محفوظ ہے اور ان مندرجہ بالا بزرگوں نے لکھ کر کتابوں کی شکل دیدی ہے تاکہ ضائع نہ ہو۔

صحابہ کرامؓ۔ تابعین۔ تبع تابعین اور محدثین کی لکھی ہوئی احادیث۔ ائمہ اسلام۔ ائمہ اربعہ اور دیگر بے شمار امامان دین اور علماء ربانی کے تمام اجتہادات کا مجموعہ کیونکہ بے معنے اور دریا برد کرنے کے قابل ہو سکتا ہے صرف اس لئے۔ کہ ماضی میں کچھ ایسے لوگ بھی ہو گذرے ہیں جنہوں نے نعوذ باللہ من ذالک کچھ جھوٹی احادیث بنائی تھیں۔ لہذا پورا سرمایۂ احادیث ہی ناقابل اعتبار ہے۔ بتلایئے یہ استدلال کسقدر وزنی ہے؟ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایئے۔ کہ ان وضعی احادیث کا اسلام پر بھی کچھ برا اثر پڑ سکا؟

ہمارے خیال میں تو ان وضّاعین حدیث نے محدثین کو اور زیادہ محتاط ہونے پر مجبور کر دیا اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے موضوع احادیث کو علیحدہ کر دیا اور امتِ مسلمہ پر

واضح کر دیا۔ کہ ان احادیث ضعیفہ سے با خبر رہے کسی کے دھوکہ میں نہ آ سکے۔

ہماری ان گذارشات سے قارئین سمجھ چکے ہوں گے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جس طرح قرآن کریم لکھا جاتا تھا۔ اسی طرح اس کی تفسیر یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال واحوال۔ احکام کو بھی صحابہ کرام تحریر کر کے اپنے پاس رکھتے تھے بعض صحابہ لکھتے نہ تھے پختہ طور پر ذہنوں میں محفوظ رکھتے تھے اور اپنے شاگردوں (تابعین) کو بتا دیتے تھے وہ لکھ لیتے تھے بہرحال ہم اپنے منکرین حدیث دوستوں کو سمجھانے کی اور کوشش کریں گے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی احادیث کو محفوظ کرانے اور دوسرے لوگوں تک پہنچا دینے کی ان الفاظ کی ترغیب دیتے تھے۔ نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءًا سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ۔ خدا خوش و خرم رکھے اس شخص کو جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی پھر زبانی یاد کر لی یہاں تک کہ آگے کسی اور تک پہنچا دی۔ (ابوداؤد باب فضل نشر العلم)

قرآئن سے معلوم ہوتا ہے کہ تبع تابعین تک سارا ذخیرہ احادیث لکھ کر محفوظ ہو چکا تھا۔ گو متفرق تھا اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل اشارہ سے بھی یہی ظاہر ہوتا

ہے۔ تَسْمَعُوْنَ وَيُسْمَعُ مِنْكُمْ وَيُسْمَعُ مِمَّنْ سَمِعَ مِنْكُمْ ۔ (ابوداؤد باب فضل نشر العلم)

یعنی ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے صحابہ! تم مجھ سے احادیث سنتے ہو پھر تم سے سنی جائیں گی۔ یعنی تابعینؒ تم سے سنیں گے پھر اُن سے سنی جائیں گی جنہوں نے تم سے سنی یعنی اتباع تابعین سنیں گے۔

یہاں تک فرما کر حضور صلعم خاموش ہو گئے۔ گویا اُن زمانوں میں احادیث کے جمع ہو جانے کی طرف اشارہ ہے ان زمانوں کو آپ صلعم نے بہترین زمانے بھی فرمایا ہے۔ خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ الحدیث (ابوداؤد و دیگر کتب حدیث)

زمانوں میں بہتر زمانہ میرا مع صحابہؓ، پھر اِن سے نزدیک لوگوں کا (تابعین)، کا پھر اُن سے نزدیک کا (تبع تابعین کا)

تابعین اور تبع تابعین کے حالات پر لکھی گئی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن تابعین کبار کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے جنہوں نے صحابہ کرام سے احادیث رسول صلعم کو حاصل کیا۔ سُنا اور محفوظ رکھا۔ ان تابعین سے تبع تابعین نے استفادہ کیا۔ حضرت سعد بن ابراہیم ایک تابعی ہیں فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے حکم سے

احادیث کے دفتروں کے دفتر تلاش کر کے لکھ ڈالے۔

(جامع بیان العلم لابن عبدالبر و احسن المواریث)

ہمارا ان حوالجات مندرجہ بالا پیش کرنے سے سوائے اس کے اور کوئی مقصد نہیں کہ احباب منکرین حدیث ان پر غور فرمائیں اور اپنا یہ عقیدہ بنا لیں کہ نبی صلعم کے اقوال اور آپ صلعم کی حیات طیبہ کو ہی سنت حدیث کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ کوئی الگ قسم کی چیز نہیں بلکہ قرآن پاک کی عملی تفسیر ہے اور ان دونوں کا تعلق (کتاب و سنت کا) اجمال و تشریح کا ہے تضاد کا نہیں خیر القرون میں مسلمانوں نے اسکی حجیت کو برابر مانا ہے بلکہ اسے شریعت کی ضروری اساس قرار دیا ہے اس (سنت) کا انکار صرف چند اقوال کا انکار نہیں بلکہ پورے دین سے انحراف ہے۔

ایک ناقابل تسلیم دعویٰ

ہم منکرین حدیث حضرات کے اس دعویٰ کو سراسر باطل سمجھتے ہیں کہ احادیث کے جتنے مجموعے ہمارے پاس ہیں ان میں گنتی کی چند احادیث بھی ایسی نہیں جن کے متعلق یہ یقینی طور پر دعویٰ کیا جا سکے۔ کہ وہ رسول خدا صلعم کے الفاظ ہیں کیسی ناپاک کوشش ہے کہ آخر الرسل صلعم کی نصیحت و بلاغ و تعلیم دین کا ایک ایک حرف مشتبہ بنا دیا جائے کیا خوب! پوری کی پوری امت نے امام الانبیاء صلعم کے تبلیغ دین اور بلاغ مبین کو اس طرح ضائع کر دیا۔ کہ اس کا ایک حرف بھی صحیح شکل میں موجود نہیں کتنی بڑی جسارت سے ہمارے یہ دوست کام لے رہے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

دنیا کی تاریخ میں جتنے بادشاہ اور معزز و مشہور آدمی گزرے ہیں سب ہی کے اقوال افعال احوال کا کچھ نہ کچھ حصہ کتابوں میں ضرور موجود ہے لیکن نہیں موجود تو کائنات انسانی کی اس عظیم ترین ذات اور مصلح اعظم حضرت احمد محمد عربی۔ مکی۔ مدنی صلعم کے الفاظ و حالات جنکے محض الفاظ ہی کو دل میں جگہ دینے اور زبان سے دہرانے کی دھن میں سینکڑوں ہزاروں انسانوں نے اپنی جانیں وقف کر دی تھیں اگر یہ ہمارے بھائی جامع بیان العلم رجال کی کتابیں صحاح ستہ والے محدثین کے سوانح حیات کا مطالعہ فرمائیں تو معلوم ہو جائے کہ کس طرح یہ لوگ ایک ایک حدیث نبوی کو حاصل کرنیکیلئے ایک ایک مہینہ کا سفر فرماتے تھے۔ ایک شخص مدینہ شریف سے چلتا ہے دمشق پہنچتا ہے دروازہ کھٹکھٹاتا ہے صاحبخانہ باہر نکلتا ہے علیک سلیک کے بعد وارد کہتا ہے۔ کہ "میں نے سنا ہے آپکے پاس فلاں کام کے متعلق نبی صلعم کا فرمان موجود ہے وہ ذرا سنا دیں" صاحب خانہ حدیث نبوی سناتا ہے مسافر اتنا خوش ہوتا ہے کہ گویا شاہ عالم بن گیا اور اپنے اونٹ کی باگیں موڑ کر واپس ہو لیتا ہے۔ صاحب خانہ کہتا ہے کہ آپ اونٹ سے اتریں کھانا کھائیں تشریف رکھیں لیکن وہ جواب دیتا ہے کہ میں حدیث نبوی معلوم کرنے آیا تھا۔ سو اب جاتا ہوں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ رسول صلعم کی حدیث سے ایک حرف ایک مسلمان کو بھول گیا اس نے اس ایک حرف کو صحیح کرنے کے عرب سے مصر کا سفر اختیار کیا۔ کیا ایسی بابرکت ہستی کے اقوال۔ افعال غیر محفوظ اور مشتبہ ہیں ؟

آخری گذارش

ہم اپنے معزز مخاطبین کی خدمت میں عرض کر چکے ہیں کہ اگر ماضی کے واقعات میں گھپلا معلوم ہو تو اس کا حل یہ نہیں ہے کہ ماضی کے کل واقعات کا سرے سے انکار کر دیا جائے بلکہ صحیح طرز عمل یہ ہے کہ اس گھپلا والی بات کو زیر بحث لایا جائے تحقیق کیجائے اور اس کے علاوہ ماضی کے جو واقعات معتبر ذرائع سے نسلاً بعد نسلٍ معلوم ہوتے چلے آئے ہیں اُنکا انکار نہ کیا جائے۔

اب ہم آخر پر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی ذکر کرتے ہوئے مضمون کو ختم کرنے والے ہیں۔

ایکدفعہ بچپن میں ہم نے اپنے والد صاحب حضرت سید محمد شریف گھڑیالوی سابق امیر جماعت اہلحدیث سے ایک حدیث سنی تھی اور اس وقت آپ صبح کی نماز کے بعد درس قرآن دے رہے تھے اب خدا کے فضل سے اُس حدیث کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا وہ حدیث یہ ہے۔

ابن ماجہ جلد ۱ صـ۳ اور باختلاف الفاظ ابوداؤد کتاب السنۃ میں یہ حدیث ہے۔ عن مقدام بن معد یکرب الکندی اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہ صلعم قَالَ یوشك الرّجل مُتّکِئًا علیٰ اَرِیْکَتِہٖ یُحَدَّثُ بِحَدِیْثٍ مِنْ حَدِیْثِیْ فَیَقُوْلُ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ کِتَابُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ ــــ فَمَا وَجَدْنَا فِیْہِ مِنْ حَلاَلٍ اِسْتَحْلَلْنَاہُ وَمَا وَجَدْنَا فِیْہِ حَرَامٌ حَرَّمْنَاہُ اَلاَ وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مثل ما حرم اللّٰہ۔ حضورؐ نے فرمایا عنقریب ایک

آدمی اپنے تخت (چارپائی یا گدی وغیرہ) پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو گا۔ اس کے سامنے میری حدیثوں میں سے ایک حدیث پیش کی جائیگی وہ فرائیگا ہمارے تمہارے درمیان کتاب اللہ (قرآن) ہی ہے اسمیں جو ہم حلال پائیں گے حلال جانیں گے اور جو حرام پائیں گے حرام سمجھینگے لیکن تم خبردار رہنا۔ کہ رسول اللہ (حدیث) نے اللہ (قرآن) کی مانند ہی حرام کیا ہے۔

اس حدیث نبوی سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ حدیث رسول سے منہ پھیرنے والا اتنا ہی بڑا مجرم ہے جتنا کہ قرآن سے منہ پھیرنے والا اللہ تعالیٰ ہم کو متقدمین حدیث کے زمرہ میں رکھے اور منکرین حدیث کو توفیق عطا فرمائے۔ کہ وہ اپنے عقیدہ پر نظر ثانی فرما کر راہ صواب اختیار کریں آمین (ابوعثمان سید محمد اسمٰعیل مشہدی)

تمام شد کتاب اہمیت حدیث

(محمد اکبر کاتب حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ)

حجازی پریس لاہور میں چھپوا کر جناب مولوی محمد یحییٰ صاحب نے حافظ آباد سے شائع کی۔

ضروری

اعلان

فضائل سید المرسلین

میری تصنیف ہے جسمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و محاسن بیان کیے گئے ہیں۔ گویا کہ سمندر کو کوزہ میں بند کیا گیا۔ قابل دیکھنے کے ہے۔ قیمت چار آنے ۴ر

"اکاذیب دجال قادیانی"

میری پرانی تصنیف ہے جسمیں قرآن و حدیث اور اقوال مرزا صاحب سے جھوٹ کی مذمت کی گئی ہے اور مرزا صاحب قادیانی کے ستر ۷۰ جھوٹ الہٰی کی کتابوں سے ثابت کئے گئے ہیں قیمت چار آنے

ابوالحسن محمد یحییٰ الخطیب

حافظ آباد